Www.IslamicBooks.Website

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی
MAKTABA AL-FAHEEM-MAU

الاحتواء علیٰ مسئلۃ الاستواء

اللہ تعالیٰ کہاں ہے
ہر جگہ یا عرش پر

تصنیف

علامہ امام نواب محمد صدیق حسن خان حسینی بخاری بھوپالی

۱۲۴۸ھ — ۱۳۰۷ھ

تسہیل و ترتیب مع حواشی

مولانا نور العین مبارکپوری حفظہ اللہ

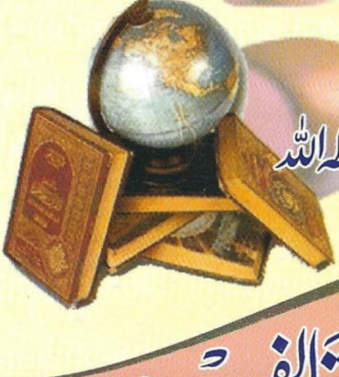

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

الاحتواء على مسئلة الاستواء

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

ہر جگہ یا عرش پر

تصنیف

علامہ امام نواب محمد صدیق حسن خان حسینی بخاری بھوپالی

۱۲۴۸ھ — ۱۳۰۷ھ

تسہیل وتعلیق

مولانا نور العین مبارکپوری حفظہ اللہ

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

Www.IslamicBooks.Website

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ہر جگہ یا عرش پر
تالیف	:	علامہ امام نواب محمد صدیق حسن خان حسینی بخاری بھوپالی
تسہیل و تعلیق	:	مولانا نور العین مبارکپوری حفظہ اللہ
طابع و ناشر	:	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
سال اشاعت	:	نومبر ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار ایک سو
صفحات	:	64
قیمت	:	

باہتمام

شفیق الرحمٰن، عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

Www.IslamicBooks.Website

عرض مرتب

"اللہ کہاں ہے؟" اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ عرش پر ہے" لیکن آپ سوال کر کے دیکھیں اکثر لوگ یہی جواب دیں گے کہ "اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے" حالانکہ یہ جواب کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

اس علمی دور میں عقیدہ صحیحہ سے لاعلمی کا یہ حال ہے تو آج سے ایک سو پچیس (۱۲۵) سال پہلے اس ملک کا کیا حال رہا ہوگا۔؟

نواب صاحب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دور اندیشی، بالغ نظری اور اصلاح عقیدہ کی سچی تڑپ دیکھئے کہ انھوں نے اپنے وقت میں اس مخصوص عقیدے کی اصلاح کی ضرورت محسوس فرمائی۔ اور کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کی روشنی میں نہایت مفید مدلل اور علمی انداز میں مسئلہ استواء اور جہت فوق کو ثابت کیا۔

اس کتاب میں کل بارہ فصلیں ہیں۔ گیارہ فصلوں میں مسئلۂ استواء اور جہت فوق کو مختلف ناحیوں سے ثابت کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جو شکوک وشبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کا تشفی بخش جواب بھی دیا گیا ہے۔ بارہویں فصل میں بلادلیل کتاب وسنت کے صحیح عقائد کو صرف شمار کرادیا گیا ہے۔

عقائد کے بعض مسائل تشریح طلب تھے اس لئے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے حاشیہ میں ان کی کسی قدر تشریح کردی گئی ہے، نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ "رسالہ" اردو زبان میں ہے اور نہایت مفید ہے۔ لیکن قدیم اردو ہونے کی وجہ سے مفید عام نہیں تھا۔ اس لئے "**مکتبہ الفہیم مئو**" کے اشارے پر ترکیب اور الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ تسہیل کی گئی ہے تاکہ عام فہم ہوسکے۔

"مکتبہ الفہیم مئو" ملک کا ایک معروف تجارتی مکتبہ ہے۔ چند سالوں میں اس مکتبہ نے تراث اسلامی کے احیاء کا اچھا نقش قائم کیا ہے اور ابتک دوسو سے زیادہ سلفی عقیدے اور منہج کی

Www.IslamicBooks.Website

نایاب کتابیں بہترین طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی مکتبہ الفہیم ہی کی مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ مکتبہ کو توفیق مزید عطا فرمائے۔

استاد مکرم حضرت مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ تعالیٰ کو جزاء خیر دے کہ موصوف نے اپنی مصروفیات اور ضعف کے باوجود تسہیل شدہ مسودہ کی ہر سطر کا مراجعہ کیا اور حسب ضرورت تنقیح فرمائی۔ اب تسہیل شدہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو مفید عام بنائے اور اس حقیر خدمت کو ناچیز کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

نور العین سلفی

استاد: کلیہ فاطمۃ الزہراء الاسلامیہ۔ مئو

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَرْشَدَ وَهَدىٰ وَاَظْهَرَ مِنْ اَسْمَائِهِ الْحُسْنىٰ وَصِفَاتِهِ الْعُلْيَا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى الْمُصْطَفٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ مَا طَلَعَ نَجْمٌ وَبَدىٰ. اَمَّا بَعْدُ!

فروعی مذاہب میں کل اختلاف کتنے ہیں؟

حمد وصلوۃ کے بعد یہ بات واضح رہے کہ اہل سنت و جماعت جو فرقۂ ناجیہ ہے اس کے فروعی مذاہب میں چار گروہ ہیں: ۱-حنفی، ۲-مالکی، ۳-شافعی، ۴-حنبلی۔ ان کے آپس میں اختلافات ہیں لیکن تین سو اور کچھ مسئلوں سے زیادہ میں اختلاف نہیں ہے۔ اور ان اختلافات کی بنیاد پر کوئی کسی کو کافر اور گمراہ نہیں کہتا۔

فروعی مذاہب کے اتفاق کی بنیاد کیا ہے؟

ان چاروں مذاہب میں اکثر مسائل حدیث کے موافق ہیں بعض مسائل حدیث کے مخالف بھی ہیں، اس کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب ان فقہی مسائل کو کتب حدیث کی طرف پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان اختلافی مسائل کو حدیث کے موافق کرلیں تو ان میں کسی طرح کی نزاع باقی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ چاروں مذاہب ایک ہوجاتے ہیں، اور وہ ایک مذہب محدثین کا ہے (اس لئے کہ محدثین کرام کا یہی طریقہ تھا) اور ''فرقۂ ناجیہ'' کا کامل مصداق وہی ہے جس کی صفت (آپ کے فرمان کے مطابق مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ ''(۱) ہو (یعنی جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔)

اصولی فرقے

جس طرح فروعی مسائل میں چار گروہ ہیں اسی طرح اصول عقائد میں اہل سنت کے تین گروہ ہیں۔ ۱-حنابلہ، ۲-ماتریدیہ، ۳-اشعریہ۔

حنابلہ:- یہ فرقہ امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے تمام ظاہریہ اور اہل حدیث انھیں کے عقائد کے موافق ہیں۔

---

(۱) جامع ترمذی کتاب الایمان۔

Www.IslamicBooks.Website

ماتریدیہ: — یہ امام ابومنصور ماتریدی کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابومنصور ماتریدی تین واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ کے شاگرد ہوتے ہیں۔ ماتریدیہ ماوراء النہر کے علاقہ میں سمرقند کا ایک گاؤں ہے۔ ان کے عقائد کو زیادہ شہرت حاصل ہے اور جمہور احناف انھیں کے عقائد کے پیرو ہیں اور ان کو ماتریدیہ کہا جاتا ہے۔

اشعریہ: یہ امام ابوالحسن اشعری کی طرف منسوب ہیں۔ جو تین واسطوں سے رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے فرزند ہوتے ہیں۔ عراق اور خراسان وغیرہ میں انھیں کے عقائد کا رواج ہے۔ مالکیہ، شافعیہ، اور حنبلیہ انھیں کے پیرو ہیں۔

ماتریدیہ اور اشعریہ میں صرف بارہ مسئلوں کا اختلاف ہے باقی میں دونوں متفق ہیں۔ اور حنابلہ اور اشعریہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے صرف دو چار فروعی اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کو محققین لفظی اور حرفی اختلاف کے مانند قرار دیتے ہیں اس لئے کوئی کسی کی تکفیر اور تضلیل نہیں کرتا۔ لہٰذا جو ان کے عقائد کے موافق ہو اور ان کے دائرے میں رہے وہ سنی کہلائے گا۔

ان فرقوں میں بہتر کون ہے؟

محدثین کرام کے طریقہ پر ظاہر قرآن وحدیث کے موافق جو اعتقاد رکھتا ہو وہ بہتر ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ ماتریدیہ ہو یا اشعریہ ہو یا حنابلہ نہ کہ وہ متکلمین ومجادلین جو عقلی اور فلسفیانہ دلائل کے عادی ہیں اِن کے موافق جو شخص طریقہ اختیار کرے گا اسے بہتر نہیں کہا جا سکتا۔

یہ رسالہ لکھنے کی وجہ

چونکہ ہندوستان میں حنفی مذہب کا رواج ہے اس لئے ماتریدیہ کے عقائد کا رواج عام ہے۔ چنانچہ متبعین سنت کی ایک جماعت نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک مختصر رسالہ اردو زبان میں ایسا لکھا جائے جو اہل حدیث کے عقائد کے موافق ہو اور اس سے جماعت اہل حدیث کے ضروری عقائد بخوبی معلوم ہو جائیں، تا کہ اہل اتباع اس کی اتباع کر سکیں۔

اس رسالہ میں خصوصیت سے دو مسئلوں پر بحث کی گئی ہے

چنانچہ ان کی درخواست اور خواہش کے مطابق یہ رسالہ لکھا گیا۔ اور چونکہ اس شہر میں فی الحال اللہ تعالیٰ

Www.IslamicBooks.Website

کے لئے جہت فوق اور استواء کے مسئلہ کی اہل حدیث مذہب کے موافق تحقیق مطلوب تھی اس لئے اوّلاً اسی مسئلہ کے چند دلائل چند فصلوں میں لکھے گئے ہیں۔ البتہ آخری فصل میں اہل حدیث عقائد کو گنا دیا گیا ہے لیکن اس کی دلیل نہیں ذکر کی گئی ہے۔ اگر کسی کو ان عقائد کی دلیل معلوم کرنی ہو تو وہ ہمارے دوسرے رسالہ کی طرف رجوع کرے اس کا نام ''انتقاد فی شرح الاعتقاد'' ہے۔ لیکن یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور ۱۲۸۴ ہجری میں لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

زیر نظر رسالہ ''ترجمۂ ثلاثیات بخاری'' اور ''چہل حدیث ثنائی'' کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کا نام ''الاحتواء علی مسئلة الاستواء'' ہے۔

اس رسالہ کے بعد فی الحال ۱۳۰۲ھ میں ایک اور رسالہ اردو زبان میں لکھا گیا ہے جس کا نام ''فتح الباب بعقائد اولی الالباب'' ہے۔ یہ رسالہ عقائد کے بیان میں دلیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے اہل سنت کے جملہ عقائد کی بخوبی اطلاع حاصل ہو جاتی ہے۔

بعض اہل علم کی فرمائش پر اس رسالہ (الاحتواء علی مسئلة الاستواء) پر سرسری طور سے نظر ثانی بھی کی گئی ہے۔ واللہ المستعان.

Www.IslamicBooks.Website

فصل اول

اس فصل میں ان آیتوں کا بیان ہے جن سے اللہ کا "استواء علی العرش" ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱-سورہ اعراف میں ہے: "اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ." (۱)

بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر تخت پر بیٹھا۔

۲-سورہ یونس میں ہے: "اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ" (۲)

بیشک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

۳-سورہ رعد میں ہے: "اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ." (۳)

اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستون کے اونچے آسمان بنائے جنھیں تم خود دیکھتے ہو پھر عرش پر قائم ہوا۔

۴-سورہ طٰہٰ میں ہے: "تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی، اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی." (۴)

(اس کا) اتارنا اس ہستی کی طرف سے ہے جس نے زمین اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا وہ بڑا مہربان ہے اور تخت کے اوپر ہے۔

اس آیت سے جس طرح استواء ثابت ہوا، اسی طرح جہت فوق بھی ثابت ہوئی اس لئے کہ اوپر سے نیچے کی طرف اتارنا مستلزم ہے فوق سے تحت کی جانب کو۔

۵-سورہ فرقان میں ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ. (۵)

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔

---

(۱) سورہ اعراف/۴ (۲) یونس/۳ (۳) سورہ رعد/۲ (۴) سورہ طٰہٰ/۵ (۵) فرقان/۵۹

Www.IslamicBooks.Website

۷-سورہ حدید میں ہے:''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ.(۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ پھر تخت پر بیٹھا، وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے۔ اور جو اس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی رہو۔ اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

یہ کل سات آیتیں ہیں جن سے پوری صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ ان آیتوں کا ترجمہ دو جگہ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ نے یوں کیا ہے۔ ''پھر بیٹھا عرش پر'' اور چار جگہ اس طرح کیا ہے ''پھر قائم ہوا تخت پر''۔

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ترجمہ کیا ہے ''پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے''۔

ان کے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ترجمہ کیا ہے ''باز مستقر شد بر عرش''، یعنی (پھر عرش پر قرار پکڑا۔)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں یہی معنی منقول ہے۔(۲)

استواء کی کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے

اوپر کی بحث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیات لفظ کے اعتبار سے محکم ہیں لیکن ان کی کیفیت متشابہ اور نامعلوم ہے۔ اس لئے یہ سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے بیٹھا؟ اس کی کیا کیفیت ہے؟ بدعت ہے۔ (لیکن قرآن پاک میں جس طرح آیا ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے)

''مَالَا بُدَّ مِنْه'' میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کی نصوص کا انکار کرنا کفر ہے اور ان کی تاویل کرنا جہل مرکب ہے۔

---

(۱) سورہ حدید/۴

(۲) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اجتماع الجیوش الاسلامیہ میں بیہقی کے حوالہ سے عبد اللہ بن عباس سے ''الرحمٰن علی العرش استویٰ'' کی تفسیر ''استقر'' اور تفسیر سدی سے ''قعد'' نقل کیا ہے۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۳۰-۲۲۹۔ دار الکتاب العربی۔

Www.IslamicBooks.Website

اللہ کی معیت کا مطلب

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے جس طرح صفتِ استواء ثابت ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ اپنے علم کے ذریعہ ہر ایک کے ساتھ ہے۔ نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ (اس لئے کہ اس کی ذات تو عرش پر ہے) یہی وجہ ہے کہ (سورہ حدید میں) پہلے علم کے عموم کا ذکر ہے اس کے بعد معیت کا اس کے بعد بصارت کا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

البتہ کچھ آیتیں ایسی ہیں جن میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اور وہاں علم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ان آیتوں سے بظاہر ذاتی معیت کا ثبوت ہو رہا ہے نہ کہ علمی معیت کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ کے قاعدے کے مطابق مطلق آیت کو مقید پر محمول کیا جائے گا (یعنی جن آیتوں میں صرف اللہ کی معیت کا ذکر ہے ان کو ان آیتوں پر محمول کیا جائے گا جن میں علمی معیت کا ذکر ہے اور یہ کہا جائے گا کہ یہاں معیت سے علمی معیت مراد ہے۔) یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی آیتوں کی تفسیر میں تمام روئے زمین کے مفسروں نے معیت کو علمی معیت کہا ہے حنفی ہوں یا مالکی، شافعی ہوں یا حنبلی۔ اور یہ مطلب بیان کرنا مفسرین کے نزدیک تفسیر ہے نہ کہ تاویل۔

اللہ کے قرب اور احاطہ کا مطلب

اسی طرح جن آیتوں میں اللہ کے قرب اور احاطہ کا ذکر آیا ہے ان سے بھی علمی قرب اور احاطہ مراد ہے۔

اللہ کی ذات عرش پر ہے

اوپر کی بحث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر قائم ہے۔ لیکن اس کا علم، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہی ہر جگہ اور ہر مکان میں ہے۔ دنیا کے سارے انسان اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالَم کے نیچے نہیں ہے۔ اسی طرح اس پر بھی متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کے اوپر نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں بیان ہوا ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

بعض مفسرین کا یہ قول بھی درست ہے

جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور احاطہ کا بیان ہے۔ بعض محققین نے ان آیتوں کی کوئی تغییر اور تاویل نہیں کی ہے۔ اور نہ علم ومدد کے معنیٰ پر محمول کیا ہے (بلکہ جیسے قرآن میں آیا ہے ویسے مان لیا) ان کا یہ طریقہ بھی اچھا ہے۔

اس لئے کہ ہم صرف اس بات کے مکلّف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات پر ایمان لائیں۔ یہ اقرار کر لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے کسی متشابہ صفت کی تاویل کرنا یا اس کا معنی بیان کرنا ہم پر واجب نہیں ہے۔

اللہ کی ذات دنیا سے الگ ہے

ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لیکن اس قربت کی کیفیت کیا ہے؟ اس کو ہم نہیں جانتے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک عرش کے اوپر ہے، مخلوق سے جدا اور دنیا سے الگ ہے۔ واللہ اعلم۔

Www.IslamicBooks.Website

فصل دوم

اس فصل میں ان حدیثوں کا بیان ہوگا جن سے اللہ کا عرش پر مستوی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱-"فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ"(۱)۔یعنی وہ تختی جس میں یہ لکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے وہ عرش پر اللہ کے پاس رکھی ہوئی ہے۔رواہ البخاری ومسلم

۲-"زَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰاتٍ."(۲)حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری شادی (رسول اللہ ﷺ سے) اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔(مراد عرش پر سے)

۳-"اَدْخُلُ عَلٰى رَبِّي وَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ. (رواہ البخاری)"رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ (قیامت کے دن) میں اپنے رب کے پاس جاؤں گا اور وہ اپنے عرش پر ہوگا۔

۴-"فَأَسْتَاذِنُ عَلٰى رَبِّي فِي دَارِهٖ. (رواہ البخاری)"(۳)یعنی پھر میں اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جانے کی اجازت چاہوں گا۔اس حدیث میں گھر سے مراد عرش ہے۔اس کا قرینہ اوپر والی حدیث ہے۔تیسری اور چوتھی دونوں حدیثوں میں استواء کا ثبوت ہے۔

۵-جمعہ کی فضیلت میں ہے:"هُوَ الْيَوْمُ الَّذِي اسْتَوٰى فِيهِ رَبُّكَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ."(رواہ الشافعی فی مسندہ)

یعنی جمعہ کا وہ مبارک دن ہے جس میں تیرا رب جو برکتوں اور بلندیوں والا ہے اپنے عرش پر بیٹھا۔اس حدیث میں استواء کی کمال صراحت موجود ہے بلکہ کس دن بیٹھا اس کی بھی صراحت ہے۔

۶-"وَيْحَكَ أَتَدْرِي مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهُ عَلٰى سَمٰوٰاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصْبَعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ وَاِنَّهُ لَيَأَطُّ بِهٖ أَطِيطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ"(۴)(رواہ ابوداود)

---

(۱)بخاری، بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ وھو الذی۔ومسلم ج ۲ باب سعۃ رحمۃ اللہ۔

(۲)صحیح بخاری کتاب التوحید۔۴۲۰ ۷۔

(۳)بخاری، توحید ۴۴۰ ۷۔

(۴)ابوداود کتاب السنہ، ۴۷۲۶

Www.IslamicBooks.Website

تم پر افسوس! تم جانتے ہو اللہ کون ہے؟ اللہ کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔ اور انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ گنبد کی طرح ہے۔ اور وہ اللہ کی وجہ سے ایسے چرچراتا ہے جیسے پالان سوار کی وجہ سے چرچراتا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عرش تمام آسمانوں کو محیط ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ گویا یہ حدیث آیاتِ استواء کی تفسیر ہے۔

۷- یہ بکریوں والی حدیث ہے جس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش رکھا ہوا۔ اس حدیث میں آسمانوں کی تعداد اور ان کی درمیانی مسافت کا ذکر کرنے کے بعد یوں فرمایا ہے۔ "ثُمَّ اللّٰہُ فَوْقَ ذٰلِکَ"(۱) پھر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ یعنی عرش کے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔

اس حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے جہت فوق اور استواء کا ثبوت کمالِ صراحت کے ساتھ موجود ہے، جسے ہر جاہل، عالم، دیہاتی، شہری، لڑکا، بوڑھا، مخالف، موافق بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔

اہل تاویل جو تنزیہ کے (جھوٹے) مدعی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ معطلہ ہیں اگر اس حدیث کو وہ نہ سمجھ سکیں تو کچھ بعید نہیں۔

عاشق نشدی لذت حرماں نچشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں چہ کشاید(۲)

---

(۱) ابوداؤد کتاب السنۃ ۴۷۲۳۔ جامع ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الحاقہ۔ ۳۳۱۷۔
(۲) تم عاشق نہیں ہو اور محرومی کی لذت سے آشنا بھی نہیں ہو۔ تو کوئی شخص تمہارے سامنے فراق کا غم نامہ کیا کھولے گا؟

Www.IslamicBooks.Website

فصل سوم

اس فصل میں اہل علم کے اقوال (اجماع) سے ثابت کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ پچھلی دو فصلوں میں قرآن وحدیث سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس لئے اب علماء کے اقوال سے استواء کے مسئلہ کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن مقلدین کی تسلیِ خاطر کے لئے بعض علماء کے معتبر اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے وصیت میں فرمایا ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جب کہ وہ قرار اور ٹھہراؤ کا محتاج نہیں۔

امام ابوحنیفہ کا یہ قول احناف کے خلاف حجت ہے۔

۲- امام مالک نے کہا ''استواء معلوم ہے، کیفیت نامعلوم ہے، ایمان اس پر واجب ہے اور اس کی کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے۔(۱)

اس قول سے مالکیہ پر حجت تمام ہے۔

۳- طبرانی نے کہا کہ امام شافعی استواء کے قائل ہیں۔(۲)

اس قول سے شافعیہ پر حجت تمام ہے۔

۴- امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عرش پر ہونے کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔(۳)

اس قول سے حنابلہ پر حجت تمام ہے۔

استواء علی العرش پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

استقراء سے یہ معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے۔ **وللہ الحمد.** ہرگز کسی امام سے صفت استواء کا انکار ثابت نہیں ہے۔ لیکن کیفیت سب کے نزدیک مجہول ہے، اور اس کا

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم ص ۱۳۲۔ (دار الکتاب العربی)

(۲) اجتماع الجیوس الاسلامیہ ص ۵۹۔ (المکتبۃ السلفیہ۔ المدینۃ المنورۃ)

(۳) ایضاً ص ۹۷-۱۹۸۔ (درا الکتاب العربی)

Www.IslamicBooks.Website

سوال کرنا بدعت ہے۔

۵- امام ابوالحسن اشعری نے اپنی کتاب " اختلاف المصلین " میں لکھا ہے کہ اگر کوئی استواء کے بارے میں پوچھے گا تو ہم یہی کہیں گے کہ بیشک اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس لئے کہ اس نے ایسا ہی قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ: "رحمٰن نے قرار پکڑا تخت پر"۔

٦- امام علی بن مہدی طبری نے کتاب "مشکل الآثار" میں فرمایا ہے۔ "جان لو بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر، ہر چیز کے اوپر اور اپنے تخت پر قائم ہے۔ استواء کا معنیٰ "اعتلاء" کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں۔ "میں جانور کی پشت پر مستوی ہوا، چھت پر مستوی ہوا، مکان پر مستوی ہوا یا آفتاب میرے سر پر ہے۔" (سب کا معنیٰ اعتلاء کے لیا جائے گا) اسی طرح کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اپنی ذات کے ساتھ عالی (بلند) ہے اور اپنی مخلوقات سے جدا ہے۔ دلیل اس کی قرآن پاک کی یہ آیات ہیں۔

۱- "أَأَمِنتُم مَنْ فِي السَّمَاءِ" ۲- "وَرَافِعُکَ إِلَیَّ." ۳- "ثُمَّ یَعْرُجُ إِلَیْهِ."

امام علی بن مہدی کے قول سے جس طرح استواء ثابت ہو رہا ہے اسی طرح اللہ کے لئے جہت فوق کا بھی اثبات ہو رہا ہے۔

۷- حافظ ابوبکر محمد حسین آجری نے اپنی کتاب "السر فی السنۃ" کے "باب التحذیر من الحلولیۃ" میں لکھا ہے کہ "اہل علم کا یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر قائم ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور ہر عمل اسی کی طرف چڑھ کر جاتا ہے۔" آجری کے اس قول سے اللہ کے لئے استواء اور جہت فوق دونوں ثابت ہیں۔

۸- حافظ ذہبی نے کہا کہ حجاز، عراق، شام، یمن ہر ملک کے علماء کا ہم نے یہی مسلک پایا کہ "اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، وہ ایسا ہے جیسا اس نے خود کہا۔ یعنی "گھیرا اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم سے۔"

۹- حافظ ابوالقاسم طبرانی نے کہا ہے کہ "ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

۱۰- امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص اس بات کا اقرار نہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمان کے اوپر عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ تو وہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر

Www.IslamicBooks.Website

توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی۔ (۱)

۱۱- امام محمد بن موصلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ کھول کر بیان کردیا ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے۔

۱۲- امام بغوی نے کہا کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اور استواء اللہ کی ایک صفت ہے جس پر ہر آدمی کا ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت کا علم اللہ کے حوالہ ہے۔ (۲)

۱۳- غنیۃ الطالبین میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی طرح کی حد مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ تحدید کی اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جائز ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

۱۴- ''کتاب البہجہ'' میں ہے کہ ہمارا رب عرش پر مستوی ہے اور ساری بادشاہی کو محیط ہے۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی سات آیتیں ہیں۔ لیکن جاہلوں کی جہالت اور ان کی رعونت کی وجہ سے میں ان آیتوں کا ذکر نہیں کرتا۔ تیرہ اور چودہ نمبر کی دونوں کتابیں شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف ہیں۔

۱۵- امام رازی نے فرمایا: استواء کے اثبات میں میں یہ آیتیں پڑھتا ہوں ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' اور ''وَاِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ'' اور کیفیت کے معنیٰ میں یہ آیت پڑھتا ہوں۔ ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' اور ''وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا.'' (۳)

اب جس کو میری بات پر یقین نہ آئے وہ آزما کر دیکھ لے۔ میری طرح وہ بھی سچائی کو جان لے گا (ان شاء اللہ)

امام رازی کے اس قول میں صفت استواء اور جہت فوق دونوں کا اثبات ہے۔

۱۶- امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' اور ''کیمیائے سعادت'' اور ''اربعین فی اصول الدین'' میں لکھا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) عرش پر مستوی ہے اور عرش کے اوپر ہے بلکہ ہر چیز کے اوپر ہے۔ ایسا ہی

---

(۱) امام ابن خزیمہ کا قول ابن قیم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ''من لم یقر بان اللہ علی عرشه استوی فوق سبع سماواته وأنه بائن من خلقه، فهو كافر يستتاب، فان تاب والاضربت عنقه وألقى على مزبلة لئلا يتأذى بريحه أهل القبلة وأهل الذمة. اجتماع الجیوش الاسلامیة ۔ص ۱۷۹۔ (دار الکتاب العربی)

(۲) ایضاً ص ۱۸۴۔ (۳) ایضاً ص ۲۷۴۔

Www.IslamicBooks.Website

اس نے فرمایا ہے۔

۱۷- امام محمد بن عطاس نے اپنی کتاب ''تنزیہہ الذات والصفات'' میں کہا ہے کہ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى.'' پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے۔

۱۸- امام شوکانی نے تفسیر فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کہ ''استواء'' کے بارے میں چودہ اقوال ہیں۔ ان میں سب سے درست قول سلف کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، وہ اس طرح ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

۱۹- امام شوکانی نے اپنے رسالہ ''صفات'' میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کی بہت ساری آیتوں میں یہ صراحت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

۲۰- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''حسن العقیدہ'' میں لکھا ہے کہ اللہ کی ذات عرش کے اوپر ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔ لیکن تحیّز اور جہت کی بحث نہیں کی جائے گی۔ اللہ کے تفوق اور استواء کی کیا حقیقت ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ علماء جانتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے علم خاص عطا کیا ہے اور وہ راسخ فی العلم ہیں۔

یہاں شاہ صاحب نے صرف استواء اور فوق کا ذکر فرمایا ہے۔ جہت کا ذکر آگے آرہا ہے۔

۲۱- سید محمد یوسف بلگرامی نے اپنی کتاب ''فرع نابت من الاصل الثابت'' میں لکھا ہے کہ ''حق تعالیٰ بذات خود فوق عرش است چنانچہ مذہب جمہور محدثین ہمین است'' (یعنی اللہ تعالیٰ بذات خود عرش پر ہے اور جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے۔)

اس فصل میں علماء کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں اگر کسی کو ان اقوال کی عربی عبارت دیکھنی ہو تو اس کو میری کتاب ''انتقاذ'' کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اس مسئلہ میں اور بہت سارے اقوال ہیں، تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مذاہب اربعہ کے سارے مقلدین، تمام محدثین اور مفسرین کا یہی مذہب ہے۔ اگر کوئی ایک حرف بھی اس کے خلاف ان لوگوں سے ثابت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

ہاں کچھ گمراہ فرقے ہیں جیسے جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ یہ لوگ صفت استواء کے منکر ہیں لیکن یہ لوگ اہل سنت و جماعت میں داخل ہی نہیں ہیں (اس لئے ان کا اعتبار نہیں) وباللہ التوفیق.

Www.IslamicBooks.Website

فصل چہارم

اس فصل میں قرآن پاک کی ان آیتوں کا بیان ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر جہت فوق اور علو میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱-سورہ بقرہ میں ہے: "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ" (۱)

ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کو بار بار آسمان میں پھرنا۔ یعنی آسمان کی طرف۔

تفسیر جلالین وغیرہ میں "فی السماء" کی تفسیر میں "فی جهة السماء" لکھا ہے۔ فتح الرحمٰن میں اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ "در جانب آسمان" موضح القرآن میں ہے (آپ) نماز میں آسمان کی طرف نگاہ کرتے (کہ) شاید فرشتہ حکم لاتا ہو کعبے کی طرف (منہ کرنے) کا۔ تینوں ترجمہ میں تین لفظ استعمال ہوا ہے۔ طرف، جانب، جہت، تینوں کا معنیٰ ایک ہے۔

۲-سورہ آل عمران میں ہے: "وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ." (۲)۔ اور جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تمہیں پھیروں گا اور اٹھاؤں گا اپنی طرف۔

فتح الرحمٰن میں ترجمہ اس طرح ہے: "بردارندهٔ توام بسوء خود. (۳)۔ لفظ "سوء" اور "جہت" کا معنیٰ ایک ہے فرق یہ ہے کہ ایک فارسی ہے اور دوسرا عربی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر پایا۔ اس حدیث سے اس آیت کی تصدیق ہوتی ہے جس میں جہت فوق کا ثبوت ہے۔

اسی طرح عقل ونقل اور حس سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آسمان زمین کے اوپر ہے نہ کہ نیچے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا. (۴)

"جب یہ ثابت ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں ہیں اور آسمان زمین کے اوپر ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر ہے۔"

۳-سورہ نساء میں ہے "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ" (۵) بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔

فتح الرحمٰن میں اس کا ترجمہ اس طرح ہے: "بلکہ برداشت اور اخدا بسوئے خود" (۶)

---

(۱) سورہ بقرہ/۱۴۴۔ (۲) آل عمران/۵۵۔ (۳) ترجمہ: تم کو میں اٹھاؤں گا اپنی طرف۔ (۴) ترجمہ: اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ سورہ نبا/۱۲۔ (۵) سورہ نساء/۱۵۸ (۶) ترجمہ: بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

Www.IslamicBooks.Website

آیت مذکور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس اٹھانے سے مراد فوق کی جانب اٹھانا ہے۔ جو ''تحت'' کے مقابل ہے اس لئے کہ عربی زبان میں ''رفع'' کا لفظ اوپر کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے جو ''پست'' کا مقابل ہے۔

۴- سورہ انعام میں ہے ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً''.(۱)

فتح الرحمٰن میں اس کا ترجمہ اس طرح ہے: ''اوست غالب بالائے بندگان میفرستد برشما ملائکہ نگاہبان۔'' (۲)۔ اس آیت میں جہت فوق کی دو دلیل ہے۔

۱- آیت میں ''فوق'' کا لفظ ''جہت'' کے معنیٰ میں آیا ہے۔ ''علی'' کے معنیٰ میں نہیں ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ صاحب فتح الرحمٰن نے ترجمہ میں ''بالا'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر ''فوق''، ''علی'' کے معنیٰ میں ہوتا تو ''بر'' کا لفظ استعمال کرتے نہ کہ ''بالا'' کا۔

۲- دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت میں کہا گیا ہے کہ ''فرشتوں کو بھیجتا ہے'' ''بھیجنے'' کا لفظ بھی ''فوق'' پر دلالت کرتا ہے۔ یہ آیت اس سورہ میں دو بار آئی ہے۔

۵- سورہ اعراف میں ہے: ''ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ.'' (۳)۔ پھر میں (شیطان) آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے یعنی ہر جہت سے سوائے جہت فوق کے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اوپر ہے اس لئے ان کے اوپر سے آنے کا ذکر نہیں کیا۔

قتادہ نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ شیطان تیرے پاس ہر طرف سے آتا ہے لیکن اوپر سے نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی قدرت نہیں دی تاکہ بندوں کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہ ہو سکے۔ (۴)

۶- سورہ نحل میں ہے: ''يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ.'' (۵)

''وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔'' موضح القرآن میں ہے کہ ''ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے اوپر اللہ ہے (اپنے) آپ کو نیچے سمجھتا ہے۔''

۷- سورہ مریم میں ہے: ''وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا.'' (۶)

''اور ہم نے اٹھالیا اس کو اونچی جگہ پر۔'' فتح الرحمٰن میں ہے ''یعنی بر آسمان'' موضح القرآن میں ہے کہ ''حضرت سے ملے تھے معراج کی رات آسمان پر۔

---

(۱) سورہ انعام/۶۱ (۲) ترجمہ: وہ بندوں کے اوپر غالب ہے اور تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے فرشتوں کو بھیجتا ہے۔
(۳) سورہ اعراف/۱۷ (۴) تفسیر ابن کثیر ج۲، سورہ اعراف۔ (۵) سورہ نحل/۵۰ (۶) سورہ مریم/۵۷

Www.IslamicBooks.Website

تفسیر جلالین میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چوتھے یا چھٹویں یا ساتویں آسمان پر یا جنت میں زندہ ہیں۔ جنت بھی آسمان ہی پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔

۸- سورہ سجدہ میں ہے "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ."(۱)

"وہ اپنی تدبیر سے حکم آسمان سے زمین پر اتارتا ہے۔ پھر چڑھ جاتا ہے اس کی طرف ایک دن میں۔ جس کا اندازہ تمہارے حساب سے ایک ہزار سال ہے۔"

موضح القرآن میں ہے "بڑے بڑے کام عرش سے مقرر ہو کر نیچے حکم اترتا ہے۔ سب اسباب اس کے آسمان و زمین سے جمع ہو کر بن جاتے ہیں۔ پھر ایک مدت جاری رہتا ہے۔ پھر اٹھ جاتا ہے اللہ کی طرف۔ دوسرا رنگ اترتا ہے۔"

۹- سورہ سبا میں ہے: "حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ."(۲)

یہاں تک کہ جب گھبراہٹ ان کے دلوں سے اٹھ جاتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں جو واجبی ہے۔ اور وہی ہے سب سے اوپر۔"

موضح القرآن میں ہے "جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے تو آواز آتی ہے جیسے پتھر پر زنجیر (مارنے سے) فرشتے ڈر سے تھرتھراتے ہیں۔ یہ اصل میں ایک حدیث کا مضمون ہے۔

۱۰- سورہ فاطر میں ہے: "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ."(۳)

"پاکیزہ کلام اسی کی طرف چڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اوپر اٹھا لیتا ہے۔

فتح الرحمٰن میں ہے "بسوئے او بالا میرود سخن پاک وعمل صالح بلند میگرداندش خدا۔"

آیت کریمہ میں دو لفظ آیا ہے۔ ۱- صعود۔ ۲- رفع۔ دونوں کا معنیٰ اوپر جانے کا ہے اور جہت فوق یا علو اسی کو کہتے ہیں نہ کسی اور طرف کو۔

۱۱- سورہ مومن میں ہے: "یَا هَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ کَاذِبًا.(۴)

"(فرعون نے کہا) اے ہامان میرے واسطے ایک محل بنا کہ میں آسمان کے جو دروازے ہیں

---

(۱) سورہ سجدہ/۵ (۲) سورہ سبا/۲۳ (۳) سورہ فاطر/۱۰ (۴) سورہ مومن/۳۷

Www.IslamicBooks.Website

(ان) دروازوں کو پہنچ سکوں اور موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں بیشک میں سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔"

"کتاب تنزیہ الصفات"" کتاب فرع نابت"" کتاب اعلام الموقعین" میں لکھا ہے کہ فرعون نے یہ اس وقت کہا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تھا کہ میرا رب آسمان پر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پچھلے پیغمبر بھی یہی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے نہ کہ زمین پر یا زمین کے نیچے۔ پچھلی شریعتوں میں یہ بات ثابت شدہ تھی۔ اب اگر کوئی اللہ کے لئے جہت فوق کا عقیدہ نہیں رکھتا تو فرعون کا بھائی ہے۔

۱۲-سورہ ملک میں ہے: "أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ"(۱)

"کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔"

فتح الرحمٰن میں ہے" آیا ایمن شدہ اید از کسی کہ در آسمان است از انکہ فرو بردشمارا بزمین۔"(۲)

یہ آیت اس سورۃ میں دوبارہ اس لفظ سے آئی ہے۔ "أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا."(۳)

"کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی ہوا بھیج دے۔"

اس آیت میں "اِرْسَال" کا لفظ ہے اور "ارسال" کا معنیٰ اوپر سے نیچے بھیجنے کو شامل ہے۔

۱۳-سورہ معارج میں ہے۔"تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ."(۴)

"فرشتے اور روح (جبرئیل) اس کی طرف چڑھ کر جائیں گے، اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔"

"نسیم الریاض" جو قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء" کی شرح ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ "عروج" کا معنیٰ "جہت عُلو" میں چڑھنا ہے۔ نیز اس سورہ کا نام "معارج" ہے یہ نام بھی جہت عُلو پر دلالت کرتا ہے۔

یہ کل تیرہ آیتیں پیش کی گئی ہیں جو بصراحت تمام جہت فوق اور علو کو ثابت کرتی ہیں۔ لیکن متکلمہ، فرعونیہ، جہمیہ اور معتزلہ ان آیتوں کی تاویل کرتے ہیں اور اللہ کے لئے صفت استواء اور جہت فوق کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ انکار ہی بے سمت اور بے جہت ہے۔

---

(۱) سورہ ملک/۱۶

(۲) ترجمہ: کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس شخص سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔

(۳) سورہ ملک/۷ (۴) معارج/۴

Www.IslamicBooks.Website

پانچویں فصل

اس فصل میں ان حدیثوں کا بیان ہوگا جن سے اللہ کے لئے جہتِ فوق وعُلو کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱-"فَعَلٰی بِہٖ اِلَی الْجَبَّارِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَقَالَ وَھُوَ مَکَانَہٗ." (۱) (رواہ البخاری)

"تو جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کو لے کر (معراج کی رات) اللہ کی طرف چڑھے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حالانکہ) وہ اپنی جگہ پر تھا۔

اس حدیث میں "جگہ" سے مراد اللہ کا عرش ہے اور اس حدیث سے عُلو اور استواء دونوں کا ثبوت ہوا۔

۲-"اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ" (۲) (رواہ البخاری)

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا کہ (نماز کی تعداد کم کرانے کے لئے) اپنے رب کی طرف پلٹ کر پھر جایئے۔ یہاں جہت فوق میں جانب عرش جانا مراد ہے۔

۳-"اَنَا أَمِیْنُ مَنْ فِی السَّمَاءِ" (۳) (متفق علیہ) میں امین ہوں اس شخص کا جو آسمان پر ہے۔

اس حدیث میں لفظ "آسمان" کا ہے، لیکن اس سے مراد عرش ہے۔ مجازاً عرش کو آسمان کہا گیا ہے۔

۴-لونڈی والی حدیث میں ہے: "قَالَ أَیْنَ اللّٰہُ قَالَتْ فِی السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ أَعْتِقْھَا فَإِنَّھَا مُؤْمِنَۃٌ." (۴) (رواہ مسلم) رسول اللہ ﷺ نے (اس لونڈی سے) کہا! اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں ہے۔ پھر آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو آزاد کردو یہ ایمان والی ہے۔

یہ روایت کئی سندوں سے آتی ہے ایک روایت میں یوں آیا ہے: "اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔" آنحضرت ﷺ کا اس لونڈی سے یہ پوچھنا کہ "اللہ کہاں ہے" اللہ کے لئے جہت فوق اور علو کی تعیین کی دلیل ہے۔

---

(۱) بخاری، توحید ۷۵۱۷، (۲) بخاری، صلوٰۃ ۳۴۹، (۳) بخاری، مغازی ۴۳۵۱،
(۴) مسلم، مساجد ۳۴،

Www.IslamicBooks.Website

۵-"رَبَّنَا اللّٰهَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ" (رواہ ابوداؤد)(۱)۔

"اے ہمارے رب اللہ جو آسمان میں ہے۔"

اس حدیث میں جہت فوق کی پوری صراحت موجود ہے۔ اور اگر مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جائے تو جہت تحت کی نفی بھی ہو رہی ہے۔

۶-"اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ."(۲) (رواہ الترمذی)

"تم رحم کرو ان پر جو زمین میں ہیں تو تم پر رحم کرے گا وہ جو آسمان میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔"

یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۷-جنت میں جنتیوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اس لمبی حدیث میں ہے "فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَیْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ."(۳) رواہ ابن ماجہ۔

"تو یکایک اللہ تعالیٰ ان کی طرف ان کے اوپر سے جھانکے گا۔"

اوپر سے جھانکنا اس لئے کہا گیا ہے کہ جنت عرش کے نیچے ہوگی اور اس کی چھت اللہ کا عرش ہوگا۔

اس حدیث میں "فوق" کا لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے۔ بالفتح (فَوق) اس کا معنیٰ اوپر ہے۔ اور بالضم (فُوق) اس کا معنیٰ چھت ہے۔ (اور چھت اوپر ہی ہوتی ہے اس لئے جو بھی پڑھا جائے مدعا حاصل ہے) واللہ اعلم۔

۸-"یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا."(۴)

"ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔" (متفق علیہ)

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں ایک "جہتِ علو" اور دوسری "صفت نزول" دونوں پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اترنے کی کیا کیفیت ہے؟ ہم نہیں جانتے۔

۹-"ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ."(۵) (رواہ البخاری و مسلم)

"پھر جو فرشتے رات میں تمہارے درمیان رہے تھے وہ اللہ کی طرف چڑھتے ہیں۔"

پہلے یہ بتایا جا چکا ہے کہ "عروج" عربی زبان میں چڑھنے کو کہتے ہیں۔

۱۰-"اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَیْهَا."(۶) اخرجہ مسلم۔

---

(۱) ابوداؤد، طب ۳۸۹۲، (۲) ترمذی، ابواب البر ۱۹۲۴، (۳) ابن ماجہ، مقدمہ ۱۸۴
(۴) بخاری، تہجد ۱۱۴۵، (۵) صحیح بخاری، مواقیت ۵۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر۔ (۶) مسلم، طلاق ۱۱

Www.IslamicBooks.Website

''مگر وہ شخص جو آسمان میں ہے اس عورت پر ناراض ہوگا۔''

یعنی جو عورت شوہر کے بلانے پر نہ آئے۔ (حدیث میں آسمان سے عرش مراد ہے)

۱۱-''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ وَاحِدٌ فِی السَّمَاءِ وَاَنَا وَاحِدٌ فِی الْاَرْضِ''(۱) وسندہ حسن۔

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: ''اے اللہ بے شک تو اکیلا ہے آسمان میں اور میں اکیلا ہوں زمین میں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ ملت ابراہیمی میں بھی یہ بات مقرر تھی کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ ہے اور ہماری ملت وہی ملت ابراہیمی ہے۔ ''الا ماشاء اللہ'' (اس لئے مسئلہ ایک ہے)

۱۲-نماز کے ذکر میں ہے ''ثُمَّ یُعْرُجُ بِهَا اِلَی السَّمَاءِ فَیُفْتَحُ لَهَا حَتّٰی یُنْتَهٰی بِهَا اِلَی السَّمَاءِ الَّتِی فِیهَا اللّٰهُ.''(۲) رواہ ابن ماجہ

''یعنی پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں پھر اس کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اس آسمان تک لے کر جاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔''

اس حدیث میں جہت فوق کی ایسی تعیین ہے کہ اس سے زیادہ صراحت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

۱۳-اللہ کے ذکر کے بارے میں یہ حدیث ہے آپ فرماتے ہیں۔ ''فَاِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوْا اِلَی السَّمَاءِ فَیَسْئَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِکَ فِی الْاَرْضِ یُسَبِّحُوْنَکَ.''(۳) رواہ مسلم۔

''جب اللہ کا ذکر کرنے والے جدا ہوجاتے ہیں تو فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین میں تیری پاکی بیان کررہے ہیں۔

اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱-اللہ کی ذات آسمان پر ہے۔ ۲-اس کا علم ہر جگہ ہے۔

۳-اگر اللہ کی ذات ہر جگہ ہوتی تو فرشتے آسمان پر کیوں جاتے اور کس کے پاس جاتے؟

---

(۱) تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۷، ص ۵۴، لفظ کچھ فرق ہے۔

(۲) ابن ماجہ، زہد ۴۲۶۲۔ (ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے لیکن ''نفس مطمئنة'' کے بارے میں ہے۔)

(۳) مسند احمد ۲/۳۸۲، صحیح مسلم ج ۲ باب فضل مجالس الذکر ص ۳۴۴۔

Www.IslamicBooks.Website

۴-یہاں آسمان کا لفظ زمین کے مقابل میں استعمال ہوا ہے۔(مراد جہت فوق ہے)

۵-فوق سے مراد یہاں جہت اور سمت ہے نہ کہ رتبہ کی فوقیت۔

۱۴-معراج والی حدیث میں ہے "اِنْتَهٰى بِیْ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی وَهِیَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَةِ اِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یَعْرُجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَیُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَیْهَا یَنْتَهِیْ مَا یَهْبِطُ مِنْ فَوْقِهَا." (۱) رواہ ابن عرفہ وابو نُعیم فی الدلائل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

یعنی "جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور یہ چھٹے آسمان پر ہے۔ وہیں تک پہنچتی ہے ہر چیز جو زمین سے چڑھتی ہے (اللہ کے یہاں پیش ہونے کے لئے بندوں کے اعمال) پھر وہاں سے اٹھالی جاتی ہے۔ اور وہیں پر منتہیٰ ہوتی ہے ہر وہ چیز جو اس کے اوپر سے اترتی ہے۔ (یعنی اللہ کا حکم جو بواسطۂ ملائکہ مقربین نازل ہوتا ہے۔)

اس حدیث میں بھی جہت فوق کی اتنی صراحت موجود ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اگر اللہ کی ذات ہر جگہ ہوتی تو آپ کو آسمان پر بلانے کی کیا ضرورت تھی؟

معراج کے قصہ میں بہت ساری صحیح روایتیں آئی ہیں اور ہر ایک میں اس بات کی کامل صراحت موجود ہے کہ نبی ﷺ ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچے اور عرش کے اوپر بھی پہنچے اور اللہ سے باتیں کیں۔

غور فرمائیے اگر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوتا جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ تو نبی ﷺ کو آسمان پر بلانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر معراج کا شمار آپ کے مناقب میں کیوں ہوتا ؟اور معراج کا منکر بدعتی اور گمراہ کیوں کہا جاتا؟

اسی طرح انسانوں کی روح قبض کرنے کے بارے میں بہت ساری روایتیں آئی ہیں۔ ان میں بھی اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ اولاً تمام روحوں کو آسمان پر اللہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے پھر جیسا اللہ کا حکم ہوتا ہے فرشتے ویسا کرتے ہیں۔

ان ساری روایات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر موجود ہے۔ اپنی

---

(۱) مسلم، ایمان ۲۷۹۔ لفظ کا معمولی فرق ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

مخلوق سے جدا اور الگ ہے۔ لیکن اس کا علم، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہی ہر جگہ موجود ہے۔

۱۵- حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جو خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا "اَلاَهَلْ بَلَّغْتُ؟ فَقَالُوْا! نَعَمْ فَجَعَلَ يَرْفَعُ اِصْبَعَهُ اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. (۱) اخرجہ مسلم۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! کیا میں نے تم کو اللہ کا حکم نہیں پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو آپ اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھانے لگے پھر جھکاتے اور فرماتے! اے اللہ! تو گواہ رہ۔

حجۃ الوادع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع تھا جس میں پڑھے بے پڑھے، سمجھ دار بے سمجھ، مرد عورت، بوڑھے بچے، شہری دیہاتی، گنوار بدو سب طرح کے لوگ تھے۔ (آپ نے جو کچھ فرمایا صریح اور واضح لفظوں میں فرمایا اس لئے کہ) یہ عمر کا آخری مرحلہ تھا جو ایمانداری اور راستی کا وقت ہوتا ہے بھلا ایسے وقت میں آپ ایسا کوئی لفظ کیوں استعمال کریں گے؟ یا کوئی ایسا کام کیوں کریں گے؟ جس کا ظاہری معنیٰ مراد لینا کفر قرار پائے جیسا کہ جہمیہ اور معتزلہ کہتے ہیں (۲)۔ اور وہ بھی ایسے عظیم مجمع عام میں جہاں غلط فہمی کا قوی اندیشہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اس سے آپ کا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ ہر کوئی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ ہفت فلک کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

استواء اور جہت فوق کے معارض کوئی حدیث نہیں ہے

استقراء تام کے باوجود ایسی کوئی حدیث میسر نہیں آئی جو صحت، شہرت اور قوت میں ان صریح احادیث کے مساوی یا معارض ہو۔ لہٰذا بغیر کسی نص مساوی یا مقدم کے نسخ کا حکم لگانا جائز نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵، ص ۱۵، (مسلم حجۃ النبی) لیکن لفظ کا فرق ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات آئی ہیں ان کو ظاہری معنیٰ پر محمول کیا جائے گا اور ان کی کوئی تاویل نہیں کی جائے گی۔ سلف کا یہی عقیدہ ہے۔ لیکن جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ نے اللہ کی صفات کی تاویل کی ہے وہ ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں کرتے۔

حالانکہ کسی لفظ کو ظاہری معنیٰ سے پھیرنے کے لئے قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے جب تک کوئی قرینہ نہیں پایا جائے گا لفظ کو اس کے ظاہری معنیٰ سے پھیر کر دوسرے معنیٰ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ بلا قرینہ دوسرا معنیٰ مراد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے کہا کچھ اور مراد لیا کچھ اور۔ گویا امت کو اندھیرے میں رکھا اور دھوکہ دیا۔ بلا شبہ یہ عقیدہ باطل ہے۔

استواء اور جہت فوق کے لئے جتنی آیات اور احادیث وارد ہیں ان کو ظاہری معنیٰ سے پھیرنے کے لئے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا اس لئے ان کو ظاہری معنیٰ پر محمول کیا جائے گا۔ اور جہمیہ وغیرہ نے تاویل کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ باطل ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

چھٹیں فصل

اس فصل میں اہل علم کے ان اقوال کا بیان ہوگا جن سے اللہ کا جہت فوق میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱- رسالہ نجاتیہ میں شیخ محمد فاخر محدث رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''بیہقی از امام ابوحنیفہ روایت کردہ کہ حق تعالیٰ در آسمان ست نہ در زمین۔ و امام خود در فقہ اکبر نوشتہ کہ اگر کسے گوید نمی شناسم پروردگار من در آسمان ست یا در زمین پس بتحقیق کافر شد برائے آنکہ خدائے تعالیٰ میفرمائید ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی.'' و عرش دے فوق سبع سماوات ست۔ (۱) انتہی

۲- اخیر کی روایت فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے، جیسے بعض نسخوں میں یہ ہے کہ حضرت (امام ابوحنیفہ) ایمان پر مرے اور بعض میں نہیں ہے۔ لیکن بیہقی کی روایت اس کے ہونے کی تائید کرتی ہے۔ امام محمد بن عطاس نے بھی اس روایت کو کتاب ''تنزیہ الذات والصفات'' میں امام ابوحنیفہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

احناف اپنے امام کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں

لہٰذا یہ روایت احناف کے خلاف حجت ہے۔ اس لئے کہ احناف ''جہت'' کے قائل نہیں ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ جہت کے قائل ہیں۔

احناف فوق اور استواء کے قائل ہیں اور ''جہت'' کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی یہ تفریق دقت سے خالی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محققین حنفیہ اس کے قائل ہوئے ہیں۔

۲- امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں ہے (۲)۔ امام مالک کے اس قول سے مالکیہ پر حجت تمام ہوتی ہے۔ چند کو چھوڑ کر جمہور مالکیہ اسی کے قائل ہیں۔

---

(۱) ترجمہ: امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے نہ کہ زمین میں۔ اور خود امام ابوحنیفہ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرا پروردگار آسمان میں ہے یا زمین میں تو بلاشبہ وہ کافر ہوگیا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے ''الرحمن علی العرش استوی'' یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اور اس کا عرش ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ص ۱۳۲۔

Www.IslamicBooks.Website

۳- اعلام الموقعین میں اس بات کی تصریح ہے کہ ''لونڈی نے رسول اللہ ﷺ سے جو یہ کہا تھا کہ میرا رب آسمان پر ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' امام شافعی نے اس کے بارے میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی کے اس قول کو ایمان قرار دیا اور آپ نے حکم دیا ''اسے آزاد کردو یہ ایمان والی ہے۔''

اس حدیث میں جہت فوق کا ذکر ہے اور بقول امام شافعی یہ ایمان ہے تو شافعیہ کے لئے ''جہت فوق'' کے اثبات میں امام شافعی کا یہ قول حجت ہے۔ لیکن بعض شافعیہ تفریق کرتے ہیں اور جہت کا انکار کرتے ہیں، اور فوق کا اقرار کرتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں جو دونوں کا اقرار کرتے ہیں جیسے امام رازی وغیرہ۔

۴- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے استاد ابو طاہر مدنی نے اپنے والد کے خط سے پڑھایا کہ شیخ ابوالحسن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں میں امام احمد بن حنبل کے مسلہ پر ہوں یعنی یہ کہ ''اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔'' جب امام احمد کا یہ مسئلہ ٹھہرا تو امام احمد کے ماننے والے حنابلہ پر ان کے امام کا قول حجت ہے۔ اور جمہور حنابلہ کا یہی قول ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

اللہ کا شکر ہے کہ چاروں مذاہب میں حنابلہ کو احقاقِ حق کی جو توفیق اس مسئلۂ خاص میں ملی ہے وہ کسی اور کو نہیں مل سکی۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَشَاءُ.''

۵- امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب مختلف الحدیث میں لکھا ہے کہ اگر لوگ اپنی فطرت اور معرفت حق کے اس بنیادی عنصر کی طرف رجوع کریں جس پر ان کی ذات ترکیب دی گئی ہے تو ہر شخص جان لے گا کہ اللہ عزوجل سارے اونچوں میں سب سے اونچا ہے۔ دعا میں جب ہاتھ اٹھاتے ہیں تو کیا عرب اور کیا عجم سارے لوگ اوپر اسی کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اگر ان کو اپنی فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو سب یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔

۶- ''رسالہ نجاتیہ'' میں ہے ''بذیل اثبات جہت شیخ ابوالحسن اشعری در ابانہ شرح و بیان این عقیدہ نمودہ بداں قائل گشتہ است'' (۱) اشعریہ کی حجت کے لئے شیخ کا یہی قول کافی ہے۔

۷- ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے۔ ''هُوَ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ'' یعنی وہ جہت علو میں ہے۔

۸- ''کتاب البہجۃ'' میں ہے ''تمہاری عبادت زمین میں نہیں گھستی بلکہ آسمان پر چڑھتی

---

(۱) ترجمہ: اثبات جہت کے ضمن میں شیخ ابوالحسن اشعری نے (اپنی کتاب) ''ابانہ'' میں اس عقیدہ کو بیان کیا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

ہے۔''اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:''اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ.''(۱)

''یعنی اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اوپر اٹھالیتا ہے۔''معلوم ہوا کہ ہمارا رب جہت علو میں ہے۔ شعرانی نے اس کی تاویل کی ہے لیکن ساتھ ہی ایک طرح سے اقرار بھی کیا ہے۔

اوپر کی دونوں کتابیں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ہیں اور ان میں جہت کا خاص لفظ موجود ہے۔ چونکہ شیخ ،صوفیہ اور اولیاء کے سردار ہیں اس لئے ان کا یہ قول صوفیہ اور اولیاء پر حجت ہے۔

۹- امام محمد بن موصلی نے اپنی کتاب ''سیف السنة الرفیعة'' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جدا ہے، فرشتے اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں۔ اس کے پاس سے اترتے ہیں۔ اس نے مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔ اسی کی طرف پاک کلمے چڑھ کر جاتے ہیں۔ (یہ ساری باتیں جہت فوق کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔)

۱۰- امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔''فَمَنْ قَالَ بِاِثْبَاتِ جِهَةِ فَوْق مِنْ غَیْرِ تَحْدِیْدٍ وَلَا تَکْییفٍ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُتَکَلِّمِیْنَ. الخ

''یعنی جو محدثین، فقہاء اور متکلمین بغیر کسی تحدید اور تکییف کے جہت فوق کے قائل ہیں وہ سب اہل سنت و جماعت سے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انکار جہت پر اجماع اور اتفاق نہیں ہوا ہے۔ اور ہو بھی کیسے؟ بلاشبہ انکار باطل ہے اور یہ امت باطل پر کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔'' وللہ الحمد.

۱۱- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نزول الرب الی السماء الدنیا'' مین جہت فوق کو بدلائل صحیحہ ثابت کیا ہے۔

جلال الدین دوّانی فرماتے ہیں کہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں علو مرتبت کے باوجود علامہ ابن تیمیہ کو اور ان کے شاگردوں کو جہت فوق کے اثبات میں کافی دلچسپی تھی۔

جلال الدین نے خود تو اس صفت کا انکار کیا ہے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ اس صفت کے قائل تھے، اور یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ وللہ الحمد.

۱۲- حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے'' حادی الارواح'' میں لکھا ہے۔ ''وَقَدْ جَمَعْنَا مِنْهُ فِیْ مَسْئَلَةِ عُلُوِّ الرَّبِّ عَلٰی خَلْقِهٖ وَاِسْتِوَائِهٖ عَلٰی عَرْشِهٖ سِفْراً مُتَوَسِّطًا.''یعنی ہم نے اس مسئلہ

---

(۱) سورہ فاطر/۱۰۔

Www.IslamicBooks.Website

(استواء اور جہت) میں ایک متوسط کتاب لکھی ہے۔

۱۳-ابوالولید رشید نے کہا ہے کہ اللہ کے لئے جہت کو ہمیشہ علماء نے ثابت کیا ہے۔ صرف معتزلہ نے اور ان کی پیروی میں متاخرین اشاعرہ جیسے ابوالمعالی وغیرہ نے انکار کیا ہے۔

ابوالولید مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمام شریعتوں کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے، وہیں سے فرشتے وحی لے کر پیغمبروں کے پاس آتے ہیں، وہیں سے کتابیں نازل ہوتی ہیں۔ اور اسی کے پاس شب معراج میں ہمارے حضرت ﷺ تشریف لے گئے تھے۔ سارے حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے آسمان پر ہیں۔ جیسے ساری شریعتیں اس پر متفق ہیں۔ پھر عقلی دلائل سے مسئلہ جہت کو ثابت کیا ہے اور جہمیہ نے جن شبہات کی بناء پر اس صفت کا انکار کیا ہے ان کو باطل قرار دیا ہے۔ اور اخیر میں یہ ثابت کیا ہے کہ شرع اور عقل دونوں اعتبار سے جہت کا اثبات واجب ہے۔ اور جہت کو باطل کرنا ساری شریعتوں کو باطل کرنا ہے۔

(اغاثۃ اللہفان کی بحث کا یہ خلاصہ ہے)

۱۴-حافظ ذہبی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں انھوں نے استواء اور فوق کی تمام آیات، تمام احادیث صحابہ وتابعین کے تمام آثار اور علماء کے تمام اقوال کو جمع کر دیا ہے۔ (ذکرہ الشوکانی رحمہ اللہ)

۱۵-امام شوکانی رحمہ اللہ نے" رسالة الارشاد والتحف " میں لکھا ہے کہ استواء اور جہت فوق کے مسئلہ میں سلف کا مذہب حق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں قرآن پاک میں اور نبی ﷺ نے بہت سی حدیثوں میں اس کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ہر کوئی اپنے دل میں اس کو محسوس کرتا ہے۔ ہر ایک کی طبیعت اس کی طرف کھینچتی ہے۔ تم خود اس بات کا مشاہدہ کرتے ہو کہ جس کو اللہ سے فریاد کرنی ہو، التجا کرنی ہو یا دعا کرنی ہو تو وہ اپنا ہاتھ اللہ کی طرف اٹھاتا ہے، اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب کوئی ایسا نازک وقت پیش آتا ہے تو نگاہیں اس کی طرف اٹھتی ہیں۔ اس میں عالم جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے سب برابر ہیں۔

۱۶-امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "اللہ کا علم، اس کی قدرت اور اس کی بادشاہی ہر جگہ ہے۔ اور وہ عرش پر ہے جیسا کہ اس نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ (۱)

---

(۱) جامع ترمذی تفسیر سورہ حدید (۳۲۹۸)

Www.IslamicBooks.Website

۱۷-شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ”رسالة الذب عن ابن تیمة“ میں لکھا ہے۔ اس مقام میں (مسئلہ جہت میں) حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لئے جہت کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں یہی مذہب امام مالک اور ان کے امثال کا ہے، اور امام ابوالحسن اشعری بھی اسی کے قائل ہیں۔

شاہ صاحب کے دوقولوں میں تطبیق

اس کے پہلے جناب ممدوح کی ایک عبارت ”حسن العقیدہ“ کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔ اور اس سے یہ مفہوم ہورہا تھا کہ شاہ صاحب جہت کی نفی کے قائل ہیں (۱)۔ تو موصوف کے اس قول کو متکلمین حنفیہ کی تقلید کا نتیجہ قرار دیا جائے گا۔ اور اس رسالہ (رسالۃ الذب عن ابن تیمیہ) میں اثبات جہت کے قول کو ان کی تحقیق پر محمول کیا جائے گا اور بلاشبہ تحقیق تقلید پر راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۸-”فرع نابت“ میں ہے کہ جن آیتوں اور حدیثوں سے اللہ تعالیٰ کا جزئی حقیقی ہونا یا علو وفوق اور آسمان پر ہونا ثابت ہوتا ہے ان کو ہم اصل چہارم میں ذکر کریں گے۔ اور یہی سارے محدثین کا مذہب ہے۔

۱۹-”رسالہ نجاتیہ“ میں ہے کہ استواء اور جہت کے مقدمہ میں بہت ساری حدیثیں آئی ہیں جن کا استقصاء مشکل ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کے اقوال بھی اس مسئلہ میں کثرت سے موجود ہیں، لیکن آیات واحادیث کے ذکر کے بعد ان سے بے نیازی ہوجاتی ہے۔

۲۰-شیخ محمد فاخر زائر رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ، ابوالحسن اشعری اور شیخ جیلانی رحمہم اللہ کے ذکرِ اقوال کے بعد فرمایا ہے۔

اے اللہ کی کتاب اور حدیث مصطفیٰ پر ایمان رکھنے والو! اے امام ابوحنیفہ اور شیخ اشاعرہ کے مقلدو! اے غوث برحق کے معتقدو!، سنو! تم پر لازم ہے کہ اس عقیدے سے سرِ مو انحراف نہ کرو اس عقیدے کے رنگ میں رنگ جاؤ اور دوسروں کی خواہش نفس کی طرف نہ جھکو۔

اس فصل میں جن اقوال کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے اگر کسی کو اس کی اصل عبارت ملاحظہ کرنی ہو تو ہمارے رسالہ ”انتقاد“ وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

---

(۱) تیسری فصل میں شاہ صاحب کا یہ قول (نہ بمعنی تحیز وجہت) ملاحظہ کریں۔

Www.IslamicBooks.Website

ساتویں فصل

اس فصل میں چاروں دلیل شرعی سے جہت فوق کا اثبات ہوگا۔

احناف کے نزدیک دلیل شرعی چار ہیں۔۱-قرآن پاک،۲-حدیثِ رسول،۳-اجماع،۴-قیاس۔

جب کہ محققین کے نزدیک صرف دو ہی دلیلیں ہیں ایک قرآن پاک دوسری سنت مطہرہ۔

ہم نے اس رسالہ میں استواء اور فوق کے مسئلہ کو چاروں دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ فصل اول اور چہارم میں قرآن پاک کے دلائل مذکور ہوئے۔

فصل دوم اور پنجم میں حدیث سے دلائل مذکور ہوئے۔

فصل سوم اور ششم میں اہل علم کے اجماع بلکہ جمیع بنی آدم کے اتفاق سے دلیلیں دی گئیں۔

قیاس کا تقاضا

باقی رہا قیاس جو چوتھی دلیل ہے تو قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کریم فوقِ عالَم اور مخلوق سے جدا ہو۔ نہ داخلِ عالَم، نہ عالم اعلیٰ کے تحت نہ اسفلِ عالَم۔

امام غزالی کا فرمان

امام غزالی نے فرمایا "لَیسَ فِیْ ذَاتِہٖ سِوَاہُ وَلاَ فِیْ سِوَاہُ ذَاتُہٗ" یعنی نہ اللہ کی ذات میں کوئی غیر ہے اور نہ کسی غیر میں اس کی ذات ہے۔

عالَم کی تعریف

ظاہر ہے عالَم نام ہے اس کا جو اللہ کے ماسوا ہو، جب اللہ کے ماسوا عالم ٹھہرا تو اس میں اللہ کی ذات داخل نہیں ہوسکتی۔ (ورنہ حلول اور اتحاد لازم آئے گا) اور یہ فاسد عقیدہ ہنود، معتزلہ، حلولیہ اور اتحادیہ کا ہے۔

ہنود کا عقیدہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ اور ہر چیز میں حلول کئے ہوئے ہے، بلکہ بعض تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کی ذات اور مخلوق دونوں ایک ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

ہر قیاس حجت نہیں

(ہم نے یہاں جہت فوق اور استواء کے اثبات میں قیاس کا ذکر کیا ہے حالانکہ) جو قیاس دلیل شرعی کی حیثیت رکھتا ہے وہ ہما شما کا قیاس نہیں ہے۔ بلکہ امت میں جو اجتہاد کا درجہ رکھتے ہیں ان کا قیاس دلیل شرعی کا کام دے سکتا ہے اور ایسے مجتہدین میں چار اماموں کا نام مشہور ہے، اس لئے کہ امت کا اکثر طبقہ انھیں کی تقلید کرتا ہے۔ لیکن ان چاروں اماموں میں سے کسی نے اس مسئلہ میں قیاس سے کام نہیں لیا ہے۔ اس لئے کہ

قیاس کہاں کیا جاتا ہے

قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں قرآن وحدیث کی کوئی نص نہ ہو اور نہ ہی امت کا اجماع ہو۔ اور یہاں سب کچھ موجود ہے۔ اس لئے قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ہاں مخالفین (حلولیہ، معتزلہ وغیرہ) نے اس کے خلاف (انکار استواء و جہت) پر قیاس کیا ہے۔ لیکن ان کا یہ قیاس کتاب، سنت اور اجماع کے خلاف ہے اور محکم آیات کو متشابہ آیات کے ذریعہ رد کرنے کی غرض سے ہے۔ اس لئے ان کے قیاس ہی کو رد کر دیا جائے گا۔

الفاظ کو کس معنیٰ پر محمول کریں؟

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کی اطلاع دینے میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کا ظاہری معنیٰ مراد لینا باطل ہے۔ تو گویا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ حقیقی اور ظاہری معنیٰ چھوڑ کر بندوں سے اشاروں اور کنایوں میں بات کرتا ہے۔ تشبیہ و تمثیل کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ تشبیہ بھی ایسی کہ قرآن پاک (''بینات من الھدیٰ'' کے مقام سے نکل کر) چیستاں اور پہیلی کی منزل میں پہنچ جائے۔ ظاہر ہے اللہ پر ایسا الزام رکھنا باطل ہے۔

اور پھر اسی پر کیا بس؟ اس سے تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر معنیٰ مراد نہ لے کر اپنے بندوں کو اس بات کی تکلیف دی کہ وہ اپنا ذہن، اپنی فکر، اور اپنی پوری قوت اللہ کے کلام کو محرف اور مأول کرنے میں صرف کریں اور طرح طرح کے غیر مرضی احتمالات جو عقل و شرع کیخلاف ہیں پیدا کر کے اللہ کے کلام کو معمّا اور چیستان کے مثل بنانے میں اپنی صلاحیت برباد کریں۔

Www.IslamicBooks.Website

اوراس سے بڑھ کر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے اسماء وصفات کو واضح لفظوں میں بیان کرنے پر قادر ہے اس نے اس بیان میں اپنی کتاب پر اعتماد نہیں کیا بلکہ ان (باطل پرستوں) کی عقلوں پر اعتماد کیا۔ اور اپنے بندوں سے یہ چاہا کہ خطاب ولغت سے لفظ کا جو حقیقی معنیٰ مفہوم ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر بندہ تاویلِ باطل کی راہ اختیار کرے، گویا اللہ نے اپنی ذات کے بارے میں بندوں کو دھوکے میں رکھا بلکہ گمراہی پر ڈال دیا، جبکہ اللہ کا کام اعتقاد باطل سے بچانا ہے نہ کہ اس میں پھنسانا۔ ظاہر ہے یہ اللہ کے حق میں کھلی ہوئی بدگمانی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ان لوگوں (معتزلہ وغیرہ) نے اور ان کے اسلاف نے جن لفظوں سے اللہ کی ذات وصفات کی تعبیرات کی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں تھا۔ تو اس نے اللہ پر عجز کا الزام رکھا۔

اور اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ قادر تو تھا لیکن اس نے قصداً صریح لفظ سے عُدول کیا اور کھول کر نہیں بیان کیا اور ایسا لفظ استعمال کیا جو وہم اور شک میں مبتلا کرے بلکہ باطل عقیدے میں پھنسا دیوے تو بلاشبہ یہ اللہ کی حکمت ورحمت کے ساتھ بدگمانی ہے۔ اور ساتھ ہی اس بات کا دعویٰ ہے کہ اِن لوگوں نے اور اِن کے اسلاف نے حق کی صحیح تعبیر کی اور حق کو صاف صاف بیان کیا، جس کو اللہ اور اس کے رسول نہ بیان کرسکے۔ گویا ہدایت اور بیان اِن کے بیان میں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے بیان میں نہیں۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ظاہری کلام سے تشبیہ اور تمثیل حاصل ہوتی ہے اور اِن گمراہوں اور سرپھروں کے کلام سے ہدایت وحق حاصل ہوتا ہے۔ یہ بدگمانی اللہ کے ساتھ جاہلیت جیسی بدگمانی ہے۔ (ابن قیم کے کلام کی یہ تلخیص ہے)

Www.IslamicBooks.Website

آٹھویں فصل

اس فصل میں یہ بتایا جائے گا کہ جن آیات واحادیث کا ذکر ماسبق فصلوں میں ہوا ہے وہ سب محکم ہیں نہ کہ متشابہ۔

امام محمد بن موصلی نے اپنی کتاب "سيف السنة الرفيعة" میں قرآن وحدیث سے مسئلۂ استواء اور جہتِ فوق کو ثابت کرنے کے بعد فرمایا ہے: "وَهٰذِهِ نُصُوصٌ مُحْكَمَةٌ." "یہ سب دلیلیں محکم ہیں۔(۱)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ ان لوگوں نے سنتوں کو رد کرنے میں دو راستہ اختیار کیا ہے۔

۱۔متشابہ قرآن یا احادیث کے ذریعہ سنتوں کو رد کرنا۔

۲۔محکم آیات اور احادیث ہی کو متشابہ قرار دے دینا کہ محکم ساقط الدلالت ہو جائے۔

فیصلے کا طریقہ

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور محدثین جیسے امام شافعی، امام احمد، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام بخاری اور امام اسحاق وغیرھم کا طریقہ یہ تھا کہ متشابہ کو محکم کی طرف لوٹاتے تھے، محکم سے متشابہ کی تفسیر کرتے تھے پھر متشابہ کا معنیٰ بیان کرتے تھے تاکہ متشابہ اور محکم دونوں کی دلالت ایک ہو جائے اور تمام نصوص آپس میں موافق ہو جائیں، ایک نص دوسری نص کی تصدیق کرے کیوں کہ سب اللہ کے پاس سے نازل ہوئی ہیں اور جو چیز اللہ کے پاس سے ہوگی اس میں اختلاف اور تناقض نہیں ہوگا۔ اختلاف اور تناقض تو وہاں ہوتا ہے جو اللہ کے پاس سے نہ ہو۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے لئے استواء علی العرش اور جہت فوق ایک محکم اور بدیہی مسئلہ ہے اس کو کمال صراحت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے متشابہ آیات کے ذریعہ محکم آیات کو رد کر دیا۔ مثلا

۱۔"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ." (۲) "اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی رہو۔"

---

(۱) محکم ان آیات کو کہتے ہیں جن کا معنیٰ واضح اور متعین ہو اور متشابہ ان آیات کو کہتے ہیں جن کا معنیٰ واضح اور متعین نہ ہو۔
(۲) سورہ حدید/۴

Www.IslamicBooks.Website

۲-"وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ."(۱)

"ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

۳-"مَايَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ."(۲)

"کسی تین کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔"

(یہ تینوں آیات متشابہ اس لئے ہیں کہ ان میں اللہ کی معیت کا ذکر ہے لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ معیت ذات کے ساتھ ہے یا علم کے ساتھ) لیکن ان لوگوں نے حیلہ اور استحالہ پیش کر کے علو اور استواء کی محکم نصوص کو مذکورہ تینوں متشابہ آیات اور ان کے امثال سے رد کر دیا۔(۳)

پھر بارہویں مثال میں علو اور استواء کو کتاب وسنت کی روشنی میں اٹھارہ طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ اس مثال کو ہم نے رسالہ انتقاد میں نقل کیا ہے۔

کتاب "حادی الارواح" میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے جن میں بعض بعض کے اوپر ہیں۔ اسی طرح سات زمینیں پیدا کیں جن میں بعض بعض کے نیچے ہیں۔ زمین عُلیا اور آسمانِ دنیا کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر پانی کا دریا ہے اور اللہ کا عرش پانی کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے اور کرسی اس کے دونوں قدموں کی جگہ کا نام ہے۔

---

(۱) سورہ ق/۱۶ (۲) سورہ مجادلہ/۷

(۳) اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں دو قسم کی آیتیں ہیں۔ بعض آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جیسے "اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى" اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ اور بعض آیتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے "وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ." اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی رہو۔

دونوں آیتوں میں پہلی آیت اور اس جیسی دوسری آیات محکم ہیں ان کا معنیٰ بالکل واضح اور متعین ہے کسی دوسرے معنیٰ کا احتمال نہیں ہے۔ دوسری آیت اور اس طرح کی تمام آیات متشابہ ہیں یعنی ان کا معنیٰ متعین نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان آیتوں میں اللہ کی معیت کا ذکر ہے۔ یہ معیت دو طرح پر ہو سکتی ہے ایک ذات کے ساتھ ایک علم کے ساتھ۔

یہاں معیت ذاتی مراد لینا ممکن نہیں ہے ورنہ اللہ کے کلام میں تعارض ہو جائے گا۔ اس لئے دوسری قسم کی تمام آیات میں معیت سے علمی معیت مراد لی جائے گی۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے اور اپنے علم کے ساتھ ہر جگہ ہے۔

یہ معنیٰ بیان کرنے کی صورت میں دونوں آیتوں میں موافقت ہو جاتی ہے۔

لیکن جہمیہ وغیرہ نے قضیہ کو الٹ دیا۔ جو آیات محکم تھیں ان کو متشابہ آیات کی طرف لوٹا دیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ آیات کا غلط معنیٰ بیان کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجبوراً انھیں صفت استواء اور جہت فوق کا بھی انکار کرنا پڑا۔

Www.IslamicBooks.Website

ساتوں آسمانوں کے اوپر زمینوں کے نیچے اور ان کے درمیان کیا کچھ ہے سب کو وہ جانتا ہے۔ دریاؤں کی تہ میں پائی جانے والی چیزوں اور پانی کے قطرات کا اسے علم ہے۔ بال بال کا وہ علم رکھتا ہے، درخت، کھیتی، پودے، پتے، ریت، کنکری، ذرہ ذرہ کی گنتی سے وہ واقف ہے۔ پہاڑوں کا وزن، بندوں کے اعمال، کلام کے آثار، سانسوں کی آمدورفت، سب اس کے احاطۂ علم میں ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

وہ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ اللہ کے سامنے آگ، نور اور ظلمت کے پردے ہیں اور اس کے علاوہ بھی پردے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی بدعتی مخالف قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات:۔

۱۔"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد."(۱)

۲۔"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ."(۲)

۳۔"هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَمَا كَانُوا."(۳)

۴۔"مَايَكُوْنُ مِنْ نَجْوىٰ ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ."(۴)

یا ان آیات کے مثل قرآن کی کسی متشابہ آیت سے دلیل لے تو تم اس سے کہو کہ ان آیتوں میں اللہ کی معیت سے مراد اس کا علم ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ساتویں آسمان کے اوپر عرش پر ہے۔ وہ ساری چیزوں کا علم رکھتا ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں۔
(یہاں حادی الارواح کی عبارت ختم ہوگئی)

حافظ ابن قیم نے پوری عبارت کو اہل حدیث کے عقائد میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ حجاز، شام وغیرہ کے علماء کا یہی مذہب ہے۔

لہٰذا اگر کوئی اس مذہب کی مخالفت کرے یا اس میں طعن کرے اور اس کے قائل کو معیوب ٹھہرائے تو سمجھو کہ وہ سنت کا مخالف ہے، بدعتی، جماعت سے خارج ہے، سنت اور حق کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ استواء کی تمام آیات اور

---

(۱) سورہ ق/۱۶ (۲) سورہ حدید/۴ (۳) سورہ مجادلہ/۷ (۴) سورہ مجادلہ/۷

Www.IslamicBooks.Website

احادیث محکم ہیں۔ اور جو آیتیں معیت اور قرب پر دلالت کرتی ہیں وہ متشابہ ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ متشابہ کو محکم کی طرف پھیرا جائے نہ کہ متشابہ کے ذریعہ محکم کو رد کر دیا جائے۔

آئمہ کا مذہب

امام احمد بن حنبل کے شاگرد حرب (۱) نے کہا ہے کہ احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، عبداللہ بن زبیر حمیدی اور سعید بن منصور کا یہی مذہب ہے۔

امام مالک، ابوالحسن اشعری اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔ تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (۲)

امام اوزاعی فرماتے ہیں "میرا اور تابعین کا یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے۔" (۳)

مقاتل بن حیان نے کہا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعہ ہم سے قریب ہے اور اپنی ذات کے ساتھ عرش پر ہے۔ (۴)

احاطہ کا ذکر

امام طحاوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے ہر چیز کو اور اس کی ذات سب کے اوپر ہے۔ (۵)

قرآن پاک میں احاطہ کا ذکر کہیں مطلق آیا ہے اور کہیں مقید آیا ہے۔ ایسی صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کریں گے۔ مثلاً قرآن پاک کی اس آیت میں: " وَأَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْئٍ عِلْمًا. "(۶)۔ میں علم کے ساتھ مقید ہے۔ (اسی پر تمام مطلق آیتوں کو محمول کریں گے۔)

اللہ تعالیٰ عرش سے جدا نہیں ہوتا

"فرع ثابت" میں ہے کہ جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ عرش پر رہتا ہے۔

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۲۱۴ (۲) ایضاً ص ۱۱۵۔ (۳) ایضاً ص ۱۲۶۔ (۴) ایضاً ص ۱۲۰۔

(۵) شرح العقیدۃ الطحاویہ ص ۲۸۰ (تخریج البانی)

(۶) سورہ طلاق/۱۲، ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے بہ اعتبار علم ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اس کا عرش اس سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اگر چہ وہ اپنے بندوں سے (علم کے ساتھ) قریب ہے۔

جب آسمان دنیا کی طرف وہ نزول فرماتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا عرش اس کے اوپر ہو اور وہ عرش کے نیچے ہو۔ اس لئے کہ اس کا اترنا دوسرے اجسام کی طرح نہیں ہے کہ اگر چھت سے نیچے آنا ہو تو چھت اوپر اور آپ نیچے ہوں۔ اس کیفیت سے اللہ پاک ہے۔ (اللہ کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا)

جہمیہ کا الٹا فیصلہ

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ جہمیہ نے ان سب آیتوں کو (جو محکم ہیں) متشابہ ٹھہرایا ہے۔ جو متشابہ ہیں ان کو محکم کہا ہے اور (الٹا فیصلہ کر کے) متشابہ کو محکم پر ترجیح دیا اور محکم کو رد کر دیا۔ اس سے ان کا مقصد کبھی تو باطل کے لئے حجت تلاش کرنا اور کبھی حق کو دفع کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ جس کو ذرہ برابر سوجھ بوجھ ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس مضمون کی جو آیات اور نصوص ہیں وہ اتنی واضح اور ظاہر ہیں کہ دوسری نصوص ان آیات کی وضاحت کو نہیں پاسکتیں۔

نتیجہ

جب اِن لوگوں نے ان واضح ترین نصوص کو متشابہ قرار دے دیا تو پھر پوری شریعت ہی متشابہ ہوگئی اور شریعت کی کوئی بات محکم نہیں رہی۔

اخیر میں دعا ہے کہ اے اللہ! دلوں کو ثابت رکھنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور اس ہدایت وحق پر ثابت رکھ جس کو دے کر تو نے اپنے نبی کو بھیجا ہے۔ اے اللہ ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیرنا۔ (اِنَّهٗ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ) اسی طرح اعلام الموقعین میں ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

نویں فصل

اس فصل میں اس بات کا بیان ہوگا کہ کتاب وسنت کی نصوص ظاہر پر محمول ہوں گی ان کی کوئی تاویل نہیں کی جائے گی۔

شیخ محمد فاخر زائر الہٰ آبادی ثم المکی رحمہ اللہ نے رسالہ ''نجاتیہ'' میں فرمایا ہے کہ کتاب وسنت کی تمام نصوص ظاہر پر محمول کی جائیں گی۔ نصوص میں جو الفاظ وارد ہیں ان کا مفہوم سمجھ میں آئے یا نہ آئے ان الفاظ کا بولنا جائز ہے۔ البتہ جن الفاظ سے اللہ کی جسمیت وغیرہ کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ ان کے لازم متبادر سے احتراز کیا جائے گا۔ ظاہر پر اعتقاد رکھا جائے گا اور مفہوم اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ کریں گے۔ لیکن کسی چیز کے لازم آنے کے وہم کی بنا پر شریعت میں وارد صفات کو بولنے سے احتراز نہ کریں جو لفظ جیسے آیا ہے اس کو جوں کا توں بے کیف بولیں۔

معتزلہ وغیرہ بھی بے کیف ماننے پر مجبور ہوئے

اوپر ہم نے جو بحث کی ہے اس میں ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ وہ فرقے جو صفات کا انکار کرتے ہیں وہ بھی بعض صفات کو بلا کیف ماننے پر مجبور ہیں مثلاً اشاعرہ قیامت کے دن اللہ کی رویت کو اور اس کے علاوہ آخرت سے متعلق بعض دیگر امور کو بلا کسی تاویل کے مانتے ہیں۔

معتزلہ کو دیکھئے تو وہ اللہ کی حیات کی نفی نہیں کرتے حالانکہ ان کے قاعدے کے مطابق حیات تسلیم کرنے کی صورت میں اللہ کے لئے جسمیت لازم آتی ہے۔ لیکن یہاں حیات تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہوا کہ کیفیت سے بحث نہ کی جائے۔ اور تاویل کی راہ بند کر کے جیسے وارد ہوا ہے اس کو تسلیم کیا جائے۔ (۱)

اہل حدیث کا عقیدہ

اہل حدیث جو اہل سنت کے پیشوا ہیں وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت میں جو وارد ہوا ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں اور لازم متبادر پر توجہ نہیں کرتے۔

لہٰذا تمام مذاہب والوں کو اہل حدیثوں کی پیروی کرنی چاہئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ

---

(۱) لہٰذا جہمیہ اور معتزلہ کو چاہئے کہ حیات ہی کی طرح کتاب وسنت میں وارد اللہ کی تمام صفات کو بلا کیف تسلیم کریں۔

Www.IslamicBooks.Website

کے اہل کہلانے کے مستحق یہی ہیں۔

جو لوگ جسمیت اور مکان کے وہم سے کتاب وسنت میں وارد صفات پر ایمان لانا کفر جانتے ہیں ان سے اللہ کی پناہ۔ ان کو اللہ کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

جو لوگ (اہل حدیث) قرآن وحدیث کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں انھوں نے اپنے پاس سے کچھ ایجاد نہیں کیا ہے کہ ان کی آخرت میں گرفت ہوگی۔ اگر بالفرض گرفت ہوگی تو یہ ان کے اوپر ظلم ہوگا اور اللہ کا کلام "اِنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِلۡعَبِيۡد." (۱)۔ اس کی نفی کرتا ہے۔

قرآن وحدیث میں غلطی نکالنا

ظاہر قرآن وحدیث میں جو کچھ آیا ہے اس کے خلاف اپنی عقل فاسد کے ذریعہ عقیدہ وضع کرنا اور اس کے علاوہ کو کفر جاننا درحقیقت قرآن وحدیث کی خطا پکڑنا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو بیان بنا کر بھیجا ہے اور رسول اللہ ﷺ عرب کے فصیح ترین انسان ہیں بھلا وہ کیسے ایسا کوئی لفظ بول سکتے ہیں جس کا ظاہر مراد لینا کفر قرار پائے (جیسا کہ جہمیہ وغیرہ کہتے ہیں)

یہ جرأت تو اسی جماعت سے سرزد ہوسکتی ہے جس کا بچہ قبل از وقت جوان اور جوان بوڑھا ہو چکا ہو۔ عادت جو فطرت ثانیہ ہوتی ہے دونوں ایک ہوگئی ہیں اور حقیقت حال کی تحقیق کئے بغیر لوگ اس کی طرف اندھے بہرے کے طرح بھاگ پڑے اور اپنا ایمان برباد کرلیا۔

خبردار ایسے لوگوں کی تقلید ہرگز نہ کی جائے چاہے وہ لوگوں کی نگاہ میں بہت بڑے عالم اور شیخ، مشائخ ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ عادل ہے جو شخص اللہ کے ظاہر قول پر ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش نہیں ہوگا یہ اس کے عدل کا تقاضا ہے۔

اللہ کے اسماء وصفات

منجملہ ان الفاظ کے جن کو سلف صالحین نے بلا تمثیل وتشبیہ، بلا تاویل وتعطیل اور بلا تکییف ظاہر پر محمول کیا ہے ذیل کے الفاظ ہیں۔

يَدْ، يَمِيْن، كَف، اِصْبَع، شِمَال، قَدَم، رِجْل، وَجه، نَفْس، عَيْن، نُزُوْل، اِتْيَان، مَجِيْء، كَلَام، قَوْل، سَاق، حِقْو، جَنْب، فَوْق، اِسْتِوَاء، ذَات، شَخْص، مَرْء، صُوْرَت،

---

(۱) سورہ آل عمران/۱۸۲، ترجمہ: بیشک اللہ بندوں پر ذرہ برابر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

حثیاتِ، اَصابِع، سَاعِد، ذِرَاع، صَدْر، رُوْح، رَحْم، اِسْتِظْلَال، رَفْع، عُرُوْج، صعود، مَعِیَّت، مِرصَاد، دُنو، قُرْب، هَرْوَلة، وَطاء، قَبْل، ضِحْک، عُجب، فَرْح، تَبَشْبُش، نظر، غیْرَت، مَلَال، اِسْتِحْیَاء، اِسْتِهزاء، خَدِیْعت، مَکْر، فَرَاغ، تَرَدُّد، فَضْل، رَحْمَت، مُحَبَّت، رِضَا، سَخْط، غَضَب، عَدَاوَت، وَلَایَتْ، اِخْتِیَار، صَبْر، مُحَاضَرَة، مُصَافَحه، اِطِّلَاع، اِشْرَاف عِنْد الله، تَقْلِیْبِ قُلُوْب، سَبَقْ، کَلِمهٔ کُنْ فَیَکُوْن.

مذکورہ صفات کا اطلاق قرآن وحدیث میں اللہ کے حق میں آیا ہے۔ یہ سارے کلمات معنیً محکم ہیں۔ ان کلمات کا عربی زبان میں جیسے اللہ کے حق میں بولنا جائز ہے اسی طرح ترجمہ کے مطابق فارسی اور اردو وغیرہ میں بھی استعمال کرنا جائز ہے۔ اس میں حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ سب متفق ہیں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ کیفیت ان کی متشابہ ہے اور تاویل جائز نہیں ہے۔ عقائد کی کتابوں اور قرآن کے تراجم سے ہماری بات ظاہر ہے۔ دلیل کے لئے ہماری کتاب انتقاد کی طرف رجوع کیا جائے۔

امام ترمذی کیا کہتے ہیں؟

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ جہمیہ نے صفات کی تمام روایات (اور آیات) کا انکار کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کے زعم فاسد میں اس سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اہل علم کی تفسیر کے خلاف اللہ کی صفات کی تاویل کر دی مثلاً ''ید'' کا معنیٰ وہ ہاتھ نہیں کرتے بلکہ اس کا معنیٰ قوت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اپنی قوت سے پیدا کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر ''یَدْ''، ''سمع'' اور ''بصر'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کے تسلیم کرنے سے تشبیہ لازم ہی نہیں آتی۔ اس لئے کہ تشبیہ تو اس وقت ہوگی جب یہ کہا جائے کہ اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہے اور اللہ کا سننا ہمارے سننے کی طرح ہے۔(۱)

یہاں تو صرف ہاتھ، سننا اور دیکھنا کہا جا رہا ہے۔ کیفیت اور تشبیہ کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے تو تشبیہ کیسے لازم آتی ہے؟ (یہ رسالہ نجاتیہ کی تلخیص ہے)

(۱) جامع ترمذی ابواب الزکوٰۃ "باب ماجاء فی فضل الصدقة."

Www.IslamicBooks.Website

دسویں فصل

اس فصل میں یہ بیان ہوگا کہ محض صفات کو ظاہر پر محمول کرنے کی وجہ سے معتزلہ اور جہمیہ کا اہل سنت کو مجسمہ اور مشبہ کا طعنہ دینا غلط ہے۔

یہاں دو الگ الگ چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ قرآن وحدیث میں اللہ کی جو صفات وارد ہیں ان کو جوں کا توں ماننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے اور تشبیہ سے پاک ہے۔ اور دوسری یہ کہ اللہ کے جسمانی ہونے کا عقیدہ رکھنا اور اس کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا۔ ظاہر ہے یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

مشبہ کی تین قسمیں ہیں

"غنیۃ الطالبین" میں ہے کہ مشبہ تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ ہشامیہ، ۲۔ مقاتلیہ، ۳۔ واسمیہ۔ یہ تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور ہر موجود جسم ہے۔ اس لئے کہ جسم مانے بغیر عقل کسی موجود کو تسلیم نہیں کرتی۔

ہشامیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ صاف ستھری چاندی کی ڈلی کی طرح ایک مخصوص اندازے کے مطابق لمبا، چوڑا، موٹا، چمکتا ہوا نورانی جسم ہے جو حرکت کرتا ہے، ٹھہرتا ہے، اٹھتا ہے، اور بیٹھتا ہے۔
شرح مواقف میں ہے کہ مشبہ حشویہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مگر عام جسموں کی طرح نہیں ہے، وہ خون اور گوشت سے مرکب ہے مگر عام خون اور گوشت کی طرح نہیں۔ اس کے اعضاء و جوارح بھی ہیں۔

تو پھر اللہ اور رسول بھی نہیں بچ سکتے

لیکن اہل سنت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے۔ نہ ائمۂ اربعہ کے مقلدین قائل ہیں اور نہ اہل حدیث اس لئے کہ تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے کہ وہ آیات صفات کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں، اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے پاک جانتے ہیں اور ان کی کوئی تاویل نہیں کرتے، جیسا کہ معتزلہ، قدریہ اور جہمیہ کرتے ہیں۔

اگر اہل سنت کو صرف اس بناء پر مشبہ اور مجسمہ قرار دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی صفات کو ظاہر پر

Www.IslamicBooks.Website

محمول کرتے ہیں تو پھر کسی کو اس سے نجات نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول بھی نہیں بچ سکتے۔اس لئے کہ انھوں نے بھی بلا تاویل اور بلا تکییف ہی بیان فرمایا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھا ہے کہ یہ ناقدین جماعت اہل حدیث پر مجسمہ اور مشبہ کہہ کر بڑی زبان درازی کرتے ہیں، اور جماعت اہل حدیث کو یہ الزام دیتے ہیں کہ اللہ کی صفات کے بارے میں ''بلا کیف'' کا لفظ بول کر حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں حالانکہ وہ خود مجسمہ اور مشبہ ہیں۔

بلاشبہ مجھ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ ان کی زبان درازی بے بنیاد ہے، روایت اور درایت دونوں اعتبار سے خطاوار ہیں۔

شاہ صاحب تفہیمات میں فرماتے ہیں کہ تشبیہ کا علاج اور اس کا شافی جواب صرف ایک اجمالی کلمہ ہے جس پر ہر مؤمن کا عقیدہ ہے۔اور وہ اللہ کا یہ کلام ہے: ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر.''(ا)۔اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔(وباللہ التوفیق.)

(ا) سورہ شوریٰ/۱۱۔ترجمہ: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

Www.IslamicBooks.Website

گیارہویں فصل

اس فصل میں یہ بیان ہوگا کہ صفت استواء وغیرہ کی نفی کا عقیدہ جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ کا ہے نہ کہ اہل سنت کا۔

آیاتِ صفات کے بارے میں جہم کا قول

جہم بن صفوان نے سب سے پہلے صفت استواء کا انکار کیا ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اللہ کے واسطے نہ عرش ہے نہ کرسی ہے اور نہ وہ عرش پر ہے۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جہم کہتا تھا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ استواء کی تمام آیتیں قرآن سے کھرچ کر نکال ڈالی جائیں۔

اعلام الموقعین میں ہے کہ جہمیہ اور معتزلہ کے نوزائیدوں کے نزدیک جہت علو میں اللہ کی جانب حسًا اشارہ کرنا ممتنع ہے۔ پھر اس اشارے کا انکار معتزلہ، قدریہ اور سالمیہ نے بھی کیا ہے۔

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات شرع سے ثابت ہیں مثلاً استواء اور نزول وغیرہ ان کے انکار میں معتزلہ کے تمام فرقے متفق ہیں۔

قرآن میں جہمیہ کی تکذیب

پھر فرقۂ سالمیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اس میں عرش اور غیر عرش کا کوئی فرق نہیں ہے۔ تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین پر، حاملہ عورتوں کے پیٹ پر، پہاڑوں پر اور اس کے علاوہ تمام جگہوں پر ہے۔ ظاہر ہے اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

قرآن پاک میں ان کی تکذیب موجود ہے۔ ارشاد ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى.‘‘(۱)

شیخ عبدالوہاب شعرانی مصری نے ’’کتاب الیواقیت والجواھر‘‘ میں سید علی خواص سے نقل کیا ہے کہ معتزلہ اور قدریہ کے مثل یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے کسی طرح جائز نہیں۔

(۱) سورہ طٰہٰ/۵۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

معتزلہ کا غلط استدلال

اپنی دلیل میں معتزلہ اور قدریہ قرآن پاک کی یہ آیت پیش کرتے ہیں "وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ" (۱)۔ (اس آیت سے اگر معتزلہ کا یہ استدلال درست مان لیا جائے کہ اللہ کی ذات ہر جگہ موجود ہے تو) اس سے حلول اور اتحاد کا وہم پیدا ہوگا۔ (اور یہ باطل ہے۔)

حق یہ ہے کہ آیت کریمہ معتزلہ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آسمان وزمین کا معبود ایک ہے اور وہ اللہ ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہی اللہ اپنی ذات کے ساتھ دونوں جگہ موجود ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر نہیں، اپنی مخلوق سے جدا نہیں، عرش کی طرف اس کی نسبت کرنا اور اسفل سافلین کی طرف نسبت کرنا دونوں برابر ہے۔ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہنا یا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَسْفَل" کہنا سب برابر ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے۔

تعبیر کے لئے استواء سے فصیح کوئی کلمہ نہیں

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ہم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو بلاشبہ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش کے ساتھ اللہ کا جو تعلق خاص ہے وہ کسی دوسری مخلوق کے ساتھ نہیں ہے اور جس طرح مسموعات ومبصرات کے اظہار کے لئے سمع وبصر سے فصیح تر کوئی عبارت نہیں ہے اسی طرح عرش سے اللہ کے تعلق خاص کی تعبیر کے لئے "استواء علی العرش" سے زیادہ فصیح کوئی عبارت نہیں ہے۔

اللہ کی ذات حلول سے پاک ہے

امام غزالی رحمہ اللہ نے "اربعین" میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اللہ کی ذات میں حلول کرسکتی ہے۔ اللہ کی ذات مکان وزمان کی محدودیتوں سے پاک ہے۔ جس طرح وہ زمان ومکان کی تخلیق سے پہلے تھا اسی حال پر اب بھی ہے۔ اور اپنی صفات کے ذریعہ ساری

---

(۱) سورہ انعام/۳۔ ترجمہ "اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔"

Www.IslamicBooks.Website

مخلوق سے جدا ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی داخل ہے اور نہ وہ غیر میں حلول کئے ہوئے ہے۔ ایک جماعت کثیر کا یہی قول ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر زمان و مکان میں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ کی ذات کے ہونے کا عقیدہ رکھنا اور علمی معیت کا انکار کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی کتابیں چاہے وہ ائمہ اربعہ کے مقلدین کی ہوں یا اہل حدیث کی، کلی طور سے اس عقیدے سے خالی ہیں، جس کا جی چاہے تلاش کر کے دیکھ لے ہاں جار اللہ زمخشری اور عبدالجبار معتزلی وغیرہ اس عقیدے کے قائل ہیں لیکن ان کا رد متکلمین نے اپنی کتابوں میں کر دیا ہے۔

قول مختار

جمہور نے آیات قرب، معیت اور احاطہ کو موقع و محل کے اعتبار سے علم، عون اور نصر پر محمول کیا ہے تاکہ متشابہ آیات کو محکم آیات کے موافق کر سکیں۔

لیکن محققین محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس طرح صفت استواء کو بلا تاویل مانتے ہیں اسی طرح صفت قرب و معیت کو بھی بلا کیف مانتے ہیں۔ علم و عون وغیرہ کے ذریعہ تاویل نہیں کرتے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

دونوں ہی طریقے اہل سنت کے نزدیک جائز ہیں لیکن پچھلا قول احتیاط مزید کے اعتبار سے بہتر ہے۔ **واللہ اعلم.**

یہاں مسئلہ استواء اور فوق کی بحث ختم ہوگئی۔ اب اہل حدیث کے عقائد کی ایک فہرست اختصار کے ساتھ شمار کرائی جا رہی ہے۔ **و باللہ التوفیق.**

Www.IslamicBooks.Website

بارہویں فصل

(اس فصل میں عقائد اہل حدیث کا اجمالی بیان ہوگا۔)

ایمان کا بیان

اہل حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا اور ثقہ راویوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو روایت کیا ہے اس کا اقرار کرے (ایمان لائے) اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرے۔

بیشک اللہ تعالیٰ معبود ہے، ایک ہے، اکیلا ہے، بے نیاز ہے، اس کی بیوی اور بچے نہیں۔

بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ایمان نام ہے عمل اور اقرار کا اور سنت پر جمے رہنے کا۔

ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔

اپنے ایمان کے بارے میں ان شاء اللہ کہنا جائز ہے لیکن یہ سوچ کر کہ علماء کے نزدیک بولنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ اگر شک کے طور پر کہا جائے تو جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی پوچھے کہ کیا تو مؤمن ہے تو (جواب میں) کہا جا سکتا ہے "میں مؤمن ہوں ان شاء اللہ" (۱)۔ یا "اَرْجُو اللّٰہَ" یا پھر (صاف صاف) یوں کہے: میں اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔

مُرجی کون؟

جس نے یہ گمان کیا کہ ایمان قول بلا عمل کا نام ہے وہ مرجی ہے۔ (۲)

---

(۱) "میں مؤمن ہوں ان شاء اللہ" یہ جملہ کہنا ایک اعتبار سے درست اور دوسرے اعتبار سے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ایمان کے بارے میں شک میں مبتلا ہے اور شک کے طور پر "ان شاء اللہ" کہتا ہے تو یہ ناجائز ہے۔ اور اگر اس اعتبار سے کہتا ہے کہ آخرت کا انجام کسی کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک کس کا ایمان معتبر ہے اور کس کا نہیں؟ یا پھر اللہ کی مشیت کا اعتبار کر کے کہتا ہے کہ اللہ کی مشیت کے بغیر کسی چیز کا وجود نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں میرے ایمان کے بارے میں اللہ کی مشیت کیا ہے۔ دونوں اعتبار سے "ان شاء اللہ" کہنا جائز ہے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ)

(۲) "مُرجیہ" مسلمانوں کے گمراہ فرقوں میں سے ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی فائدہ نہیں دے گی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہونچائے گا۔ یعنی ایمان لانے کے بعد چاہے جتنا گناہ کرتے رہو ایمان متاثر نہیں ہوگا۔ (الملل والنحل)

Www.IslamicBooks.Website

جس نے یہ گمان کیا کہ ایمان صرف زبان سے اقرار کرنا ہے اور اعمال محض شرائع ہیں تو وہ بھی مرجی ہے۔

جس نے یہ گمان کیا کہ میرا ایمان جبرئیل وملائکہ کے ایمان جیسا ہے وہ بھی مرجی ہے۔

جس نے یہ گمان کیا کہ ایمان صرف دل کی معرفت کا نام ہے۔ زبان سے اقرار ضروری نہیں وہ بھی مرجی ہے۔

تقدیر کا عقیدہ

اچھائی برائی، کمی زیادتی، ظاہر باطن، میٹھا کڑوا، محبوب مکروہ، اچھا اور برا یہ سب اللہ کا حکم اور اس کی تقدیر ہے۔ اور تمام بندوں پر نافذ ہے، اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلے سے کوئی تجاوز نہیں کر سکتا، تمام لوگ وہی کام کرتے ہیں جس کے لئے اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور اسی گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان کی تقدیر میں لکھا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا یہی عدل ہے۔ مثلاً زنا، چوری، شراب خوری، مال حرام، شرک اور تمام گناہ سب اس کی تقدیر سے ہوتے ہیں۔

نوشتۂ تقدیر مخلوق کے حق میں اللہ کے خلاف حجت نہیں ہوگا بلکہ وہ مخلوق کے خلاف اللہ کے حق میں حجت بالغہ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ اپنے عمل کے بارے میں مسئول نہیں ہے اور بندہ مسئول ہے۔

ہر شخص تقدیر کی طرف لوٹتا ہے

اللہ کی مشیت کے مطابق اس کا علم مخلوق میں نافذ ہے۔ پیدائش سے لے کر قیامت تک ابلیس نے یا کسی اور نے جو بھی گناہ کیا ہے یا کریں گے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اہل معصیت کو اور اہل اطاعت کی اطاعت کو تخلیق سے قبل ہی وہ جانتا تھا اس کے بعد اس نے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اہل معصیت کو معصیت کے لئے اور اہل اطاعت کو اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے اور ہر کوئی وہی کام کرتا ہے جس کے لئے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر شخص تقدیر کے مطابق اس حکم کی طرف لوٹ کر آتا ہے جس کے لئے اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تقدیر اور اس کی مشیت سے کوئی شخص تجاوز نہیں کر سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

غلط فہمی کا ازالہ

جس شخص نے یہ تصور کیا کہ اللہ نے تو اپنے بندوں سے خیر وطاعت چاہی لیکن بندے نے اپنے لئے شر ومعصیت کو پسند کیا اور اپنی خواہش کے مطابق وہ معصیت کے ارتکاب میں کامیاب ہوگیا تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ بندے کی خواہش اللہ کی خواہش پر غالب آگئی۔ ایسا خیال کرنا اللہ پر اتنی بڑی افتراء ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔(۱)

خیر وشر سب اللہ کی تقدیر سے ہے

کوئی شخص اگر یہ کہتا ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے اس لئے وہ اللہ کی تقدیر اور مشیت سے نہیں ہے۔ تو اس سے کہنا چاہئے کہ اچھا بتاؤ اس زنا سے جو حمل قرار پایا اور پھر بچہ پیدا ہوا تو آخر اس بچے کو اللہ نے پیدا کرنا چاہا تھا یا نہیں؟ اور یہ بات اللہ کے علم میں تھی یا نہیں؟ اگر وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچے کی پیدائش میں اللہ کے ساتھ کوئی اور خالق ہے اور یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ (اور اگر اللہ کے علم کا اعتراف کرتا ہے تو اس نے تقدیر کا اعتراف کرلیا) اسی طرح اگر کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ چوری، شراب خوری اور اکل مال حرام یہ سب اللہ کی قضا اور قدر سے نہیں ہے۔ تو گویا اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آدمی دوسروں کا رزق کھانے پر قادر ہے۔ جبکہ یہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے (اور باطل ہے) اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنا رزق کھایا ہے (اگر چہ وہ حرام ہے) مگر اللہ نے اسی طرح اس کی تقدیر میں لکھا تھا۔

اسی طرح جس نے یہ عقیدر رکھا کہ کسی کا قتل اللہ کی تقدیر سے نہیں ہے۔ تو اس نے گویا یہ کہا کہ مقتول بے موت مرگیا۔ اس سے بڑھ کر کفر اور کیا ہوسکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ایسا اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ یہ اللہ کا عدل ہے۔ اپنی مخلوق میں یہ اس کا انتظام ہے اور اس کے علم کے موافق ہے۔ جو اللہ نے کیا وہی اس کے سچے عدل کا تقاضا ہے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کے علم کا اعتراف کرے لازم ہے کہ وہ اللہ کی تقدیر اور مشیت کا بھی اعتراف کرے۔

---

(۱) اس لئے کہ سورہ دھر/ ۳۰، سورہ یونس/ ۹۹، سورہ انعام/ ۳۹، سورہ ھود/ ۳۴، اور ان کے علاوہ دوسری آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کی بادشاہی میں اللہ کی مشیت چلے گی۔ لہٰذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اول درجہ کا کافر ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ)

Www.IslamicBooks.Website

کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی اہل قبلہ کو جہنمی کہنا جائز نہیں الا یہ کہ کسی حدیث میں اس کی صراحت ہو۔(۱)

اسی طرح کسی خیر اور نیکی کی وجہ سے کسی شخص کے جنتی ہونے کی گواہی دینا جائز نہیں الا یہ کہ کسی حدیث میں صراحت آئی ہو۔

خلافت کا عقیدہ

قبیلۂ قریش کے اگر دو آدمی بھی زندہ ہوں تو خلیفہ انھیں کو بنایا جائے گا اس لئے کہ خلافت اور بادشاہی انھیں کا حق ہے۔

خلافت اور بادشاہت کی خاطر قریش سے نزاع کرنا، ان کے خلاف بغاوت کرنا یا ان کے علاوہ کسی غیر قریش کی خلافت کو تسلیم کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

قیامت کے قائم ہونے تک جہاد کا حکم باقی ہے۔ امام اور خلیفہ نیک ہو یا برا اس کے ساتھ جہاد کا حکم باقی ہے۔ کسی ظالم کے ظلم یا عادل کے عدل سے جہاد کا حکم باطل نہیں ہوگا۔

جمعہ، عیدین اور حج حاکم کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔ حاکم چاہے عادل اور متقی ہو یا نہ ہو، زکوۃ، عُشر، مالِ فیٔ اور مالِ غنیمت بادشاہ کو دیں گے، بادشاہ چاہے عادل ہو یا ظالم۔ اللہ نے جس کو حاکم بنادیا اس کی اطاعت کی جائے گی۔ (اس کے ظلم کو دیکھ کر) اس کی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے نہ تلوار لے کر اس کے خلاف بغاوت کریں گے (بلکہ صبر سے اس کا ساتھ دیں گے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا کرے۔ بادشاہ کی بات مانی اور سنی جائے گی اس کی بیعت نہیں توڑی جائے گی اور کوئی ایسا کرے گا تو وہ بدعتی، مخالف اور جماعت سے خارج ہوگا۔

(ہاں) اگر بادشاہ کوئی ایسا حکم دے جس میں اللہ کی معصیت ہو تو اس میں بادشاہ کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ امام پر خروج (بغاوت) کرنا یا اس کے حق کو روکنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فتنہ کے

---

(۱) اہل قبلہ میں سے کسی معین شخص کے بارے میں کسی نیکی یا برائی کی وجہ سے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ نے کسی کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی ہو مثلاً عشرہ مبشرہ تو ہم ان کو جنتی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن جس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا کوئی ثبوت کتاب وسنت سے نہ ہو تو اس کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا۔ یہی اہل حدیث کا عقیدہ ہے (شرح عقیدہ طحاویہ)

Www.IslamicBooks.Website

زمانے میں خود کو روکنا (فتنے سے الگ رہنا) سنت ہے اور اس سنت کو اختیار کرنا ہر شخص پر لازم ہے۔ لیکن اگر کوئی فتنے میں مبتلا ہو ہی جائے تو ایسی صورت میں اپنی جان کو آگے کرے نہ کہ اپنے دین کو۔ (یعنی جان جائے لیکن ایمان نہ جائے۔) اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے فتنے کی مدد نہ کرے بلکہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روک کے رکھے۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔

کسی مومن کو کافر کہنا جائز نہیں

کسی اہل قبلہ کو اس کے کسی عمل کی وجہ سے کافر کہنا اور اسلام سے خارج قرار دینا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ کسی حدیث میں ایسا آیا ہو تو حدیث کی تصدیق کرے لیکن حدیث میں جتنا ہے اتنا ہی کہے۔ حدیث کے الفاظ سے تجاوز نہ کرے مثلاً نماز ترک کرنا یا شراب پینا یا اس جیسا کوئی گناہ (جس کے مرتکب کو حدیث میں کافر کہا گیا ہے) یا مثلاً کسی ایسی بدعت کا ارتکاب کرے جس کے کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے یا اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہو تو اس کو کافر کہہ سکتے ہیں۔(۱)

دجال کا ظہور

بیشک دجال کا ظہور ہوگا اور وہ سب سے بڑا جھوٹا ہے۔

آخرت کے عقائد

بلاشبہ قیامت آنے والی ہے۔

جو لوگ قبروں میں مدفون ہیں اللہ تعالیٰ انھیں زندہ کر کے اٹھائے گا۔

قبر کا عذاب برحق ہے۔

قبر میں بندے سے اس کے رب اور دین کے بارے میں سوال ہوگا۔

جنت دوزخ اور منکر نکیر برحق ہیں۔

منکر اور نکیر قبر کے دو سخت ممتحن ہیں۔ ایسے وقت میں ہم اللہ سے ثابت قدم رہنے کا سوال کرتے ہیں۔

---

(۱) لیکن تعیین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً کسی بے نمازی کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم کافر ہو بلکہ حدیث کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ بے نمازی کافر ہے۔ ایسے مقامات پر کفر سے ”کفر دون کفر“ مراد لیں گے۔

Www.IslamicBooks.Website

محمد ﷺ کا حوض کوثر برحق ہے۔

اس پر آپ کی امت آئے گی۔

وہاں بہت سارے برتن ہوں گے جن سے لوگ اس کا پانی پئیں گے۔

پل صراط حق ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا اور لوگ اس پر سے گذریں گے۔

جنت پل صراط کے بعد ہوگی۔

ترازو حق ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی۔

صور حق ہے اس کو اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ پہلی پھونک میں ساری مخلوق مرجائے گی اور جب دوسری بار پھونکیں گے تو سب لوگ اللہ رب العالمین کے حضور اٹھ کھڑے ہوں گے۔

حساب، کتاب اور ثواب وعقاب کے فیصلے سب برحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مطابق بندوں کے اعمال لوح محفوظ میں لکھے جاتے ہیں۔

قلم حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے ہر چیز کی تقدیر کو لکھا ہے اور اپنی یادداشت میں ان کو شمار کر رکھا ہے۔

قیامت کے دن شفاعت حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کی شفاعت کریں گے اور وہ لوگ دوزخ میں نہیں جائیں گے اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور یہ کافر، مشرک، اللہ کے منکر اور مکذبین ہوں گے۔

جنت اور جہنم کے بیچ میں قیامت کے دن موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔

جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہے۔

جنت اور جہنم میں جو کچھ ہوگا وہ بھی پیدا ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے لئے الگ الگ افراد پیدا کئے ہیں۔

جنت اور جہنم اور جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوں گے۔

اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی مبتدع، مخالف یا زندیق قرآن پاک کی اس آیت "كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ." (۱)۔

---

(۱) سورہ قصص/۸۸۔ ترجمہ: (ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے مگر اس کا منہ)

Www.IslamicBooks.Website

یا اس طرح کی کسی دوسری آیت سے اعتراض کرے (کہ اس آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہو جائے گی تو جنت اور جہنم بھی ہلاک ہو جائے گی) تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

۱- اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں جس چیز کے فنا ہونے کو لکھ دیا ہے وہ فنا ہو جائے گی لیکن جنت و جہنم کو اللہ تعالیٰ نے بقا کے لئے پیدا کیا ہے۔ (اس لئے وہ فنا نہیں ہوں گی)

۲- مذکورہ آیت کا تعلق دنیا سے ہے اس لئے دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور جنت و جہنم کا تعلق آخرت سے ہے (اس لئے وہ فنا نہیں ہوں گی)

حوریں کبھی نہیں مریں گی نہ صور پھونکنے کے وقت نہ جب قیامت قائم ہوگی تب، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بقا کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ فنا ہونے کے لئے۔ لہٰذا جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ بدعتی، سنت کا مخالف اور اللہ کی سیدھی راہ سے بہکا ہوا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ایک تخت ہے، اس تخت کے اٹھانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اس تخت کے اوپر ہے۔ لیکن اس کی کوئی حد اور کوئی کیفیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں، لیکن کیسے؟ تو یہ سوال نہیں کیا جائے گا جس طرح قرآن میں آیا ہے اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں مثلاً اللہ نے فرمایا: ''خَلَقْتُ بِیَدَیَّ.'' (۱)۔ یا مثلاً فرمایا: ''یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ.'' (۲)

اللہ کی دو آنکھیں ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا: ''تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا.'' (۳)۔ لیکن کیفیت نہیں معلوم۔

اس کا ایک منہ ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ''وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام.'' (۴)

اللہ کے اسماء اللہ کی ذات کے غیر نہیں ہیں جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صفتِ علم کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔ ''اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ'' (۵)

دوسری جگہ فرمایا ''وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ.'' (۶)

---

(۱) سورہ ص/۷۵۔ ترجمہ: (جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔)

(۲) سورہ مائدہ/۶۴۔ ترجمہ: (اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔)

(۳) سورہ قمر/۱۴۔ ترجمہ: (جو (کشتی) ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔)

(۴) سورہ رحمٰن/۲۷۔ ترجمہ: (اور تیرے رب کا منہ (ذات) باقی رہے گا جو عظمت والا اور عزت والا ہے۔

(۵) سورہ نساء/۱۶۶۔ ترجمہ: اللہ نے اس کو (قرآن) اپنے علم سے اتارا ہے۔

(۶) سورہ فاطر/۱۱۔ ترجمہ: اور عورتوں کا حاملہ ہونا اور ان کا بچہ جننا سب اللہ کے علم سے ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اللہ کے لئے صفت سمع وبصر ثابت ہے (اس پر ایمان رکھا جائے گا) معتزلہ کا انکار غلط ہے۔

اللہ کے لئے صفت قوت ثابت ہے اللہ کا ارشاد ہے "اَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً." (۱)

زمین میں کوئی بھی نیکی یا بدی اللہ کے چاہے بغیر نہیں ہوتی۔ ساری چیزیں اللہ کی خواہش (مشیت) سے ہوتی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: "وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ" (۲)

مسلمانوں کا قول ہے "اللہ نے جو چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا۔"

چاہا ہم نے وے لے نہ چاہا تو نے تیرا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

جس کام کا جو وقت مقرر ہے اسی وقت میں وہ کام ہوگا اس سے پہلے کوئی نہیں کرسکتا۔

اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہوسکتی۔

اللہ کے علم کے مطابق جس کام کو نہیں ہونا ہے اس کو کوئی نہیں کرسکتا۔

اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے۔

بندوں کے افعال کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

بندے کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے۔ (۳)

اللہ ہی نے مؤمنوں کو اطاعت کی توفیق دی اور کافروں کو اطاعت سے روکے رکھا۔

اللہ تعالیٰ مؤمنوں پر مہربان ہے۔

مؤمنوں کو نظر کی رحمت سے دیکھتا ہے۔

مؤمنوں کو ہدایت دی اور ان کی اصلاح فرمائی۔

کافروں پر نہ مہربان ہوا نہ ان کی اصلاح فرمائی اور نہ ان کی رہنمائی کی۔ (۴)

---

(۱) سورہ حم سجدہ/۱۵۔ ترجمہ: کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں زیادہ ہے۔

(۲) سورہ دھر/۳۰۔ ترجمہ: اور تم نہیں چاہو گے مگر اللہ کے چاہنے سے۔

(۳) معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ بندہ خود اپنے فعل کا خالق ہے۔ یہ عقیدہ باطل ہے اس لئے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ کے ساتھ بندہ بھی خالق ہوجائے اور یہ شرک ہے۔ معتزلہ کے اسی عقیدے کی یہاں تردید کی جارہی ہے۔

(۴) یہ بتایا جارہا ہے کہ مومنوں کا ایمان اور کافروں کا کفر دونوں اللہ کی مشیت سے ہے۔ لیکن مومنوں کے ایمان لانے میں مشیت کے ساتھ اللہ کی مہربانی اور توفیق شامل تھی اس لئے وہ ایمان لائے اور کافروں کے ساتھ صرف اللہ کی مشیت تھی اس کی مہربانی اور توفیق شامل نہیں تھی اس لئے وہ ایمان نہیں لائے۔

Www.IslamicBooks.Website

اگر اللہ تعالیٰ کافروں کی اصلاح چاہتا تو سب نیک ہوجاتے۔ اگر ہدایت دیتا تو سب ہدایت یافتہ ہوجاتے۔

اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمام کافروں کی اصلاح کردے اوران پر مہربان ہوجائے یہاں تک کہ سب مومن ہوجائیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا: "وَلَوْشَاءَ لَهَدَاكُمْ اَجْمَعِيْنَ." (۱)

لیکن اللہ نے اپنے علم کے مطابق یہی چاہا کہ وہ کافر رہیں اس لئے اللہ نے ان کو چھوڑے رکھا اوران کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگادی۔

اہل حدیث اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں مگر جو اللہ چاہے۔

وہ اپنا ہر کام اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔

ہر حال میں وہ اللہ کے حضور اپنے آپ کو محتاج اور فقیر جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سنتا ہے شک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے شک نہیں کرتا۔

جانتا ہے بغیر جہل کے۔

یادرکھنے والا ہے بغیر نسیان اور سہو کے۔

قریب ہے غافل نہیں۔

وہ بولتا ہے، نظر کرتا ہے، ہنستا ہے، خوش ہوتا ہے، دوست رکھتا ہے، مکروہ جانتا ہے، دشمن رکھتا ہے، راضی ہوتا ہے، خفا ہوتا ہے، رحم کرتا ہے، بخشتا ہے، عفو کرتا ہے، دیتا ہے، منع کرتا ہے، اترتا ہے ہر رات آسمانِ دنیا کی طرف جیسے چاہتا ہے، اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔

بندوں کے دل اس کی دوانگلیوں کے درمیان ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی انگلیوں سے جیسے چاہتا ہے ان کو الٹتا پلٹتا ہے۔

آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے اپنی صورت پر پیدا کیا،

قیامت کے دن آسمان وزمین اس کی ہتھیلی میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں رکھے گا اور وہ سمٹ جائے گی۔

---

(۱) سورہ نحل/۹۔ ترجمہ: "اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔"

Www.IslamicBooks.Website

وہ اپنے ہاتھ سے کچھ لوگوں کو جہنم کی آگ سے نکالے گا۔

اللہ کی رویت کا عقیدہ

جنتی اللہ کے منھ کی طرف نظر کریں گے، اس کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی آؤ بھگت کرے گا، جنتیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ تجلّی فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن آنکھوں سے اس طرح دیکھا جائے گا جیسے چودھویں رات کا چاند، اللہ تعالیٰ کو صرف مؤمن دیکھیں گے، کافر نہیں دیکھیں گے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اوٹ میں کر دیئے جائیں گے، اللہ کا ارشاد ہے: "كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ." (۱)

موسیٰ علیہ السلام نے دنیا ہی میں اللہ سے رویت کا سوال کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا جلوہ پہاڑ پر ظاہر فرمایا اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اس سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتلانا تھا کہ اللہ کا دیدار اس دنیا میں نہیں ہو سکتا بلکہ آخرت میں ہوگا۔

قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس کے بندے پیش کئے جائیں گے وہ ان کے حساب کا خود مالک ہوگا اس کے علاوہ دوسرا کوئی والی نہیں ہوگا۔

قرآن غیر مخلوق ہے

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس نے خود اس کا تکلم فرمایا ہے، وہ مخلوق نہیں ہے (اللہ کی صفت ہے) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مخلوق ہے تو ایسا شخص جہنمی اور کافر ہے۔

جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ مخلوق نہیں ہے بلکہ اس میں توقف کیا تو اوپر والے قول سے بھی برا ہے۔

جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ تلاوت کے وقت ہماری تلاوت کے الفاظ ہماری مخلوق ہیں اور قرآن پاک اللہ کا کلام ہے (اور غیر مخلوق ہے) تو ایسا شخص مرجی ہے۔ (۲)

---

(۱) سورہ مطففین/۱۵۔ ترجمہ: ہرگز نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے۔

(۲) تلاوت اور تلاوت کے ذریعہ ہماری زبان سے نکلنے والے کلمات اور الفاظ ہمارے افعال ہیں اس لئے جیسے ہم مخلوق ویسے ہمارے افعال مخلوق ہیں لیکن ہماری مخلوق نہیں ہیں بلکہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور قرآن پاک اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے اس لئے غیر مخلوق ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تلاوت اور متلو میں فرق ہے۔ تلاوت ہمارا فعل ہے اور مخلوق ہے متلو قرآن پاک اور اللہ کا کلام ہے اس لئے غیر مخلوق ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اللہ تعالیٰ نے خود موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی اور اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں توریت دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے گفتگو کرنے والا ہے۔

خواب کی حیثیت

خواب اللہ کی طرف سے سچی وحی ہوتی ہے بشرطیکہ دیکھنے والے کا خواب، خواب پریشان نہ ہو۔ اگر وہ اپنے خواب میں کچھ دیکھے پھر اس کو کسی عالم سے بیان کرے اور وہ اس کو صحیح جان کر صحیح طریقے پر بغیر کسی تحریف کے تعبیر بیان کرے تو ایسے خواب کی تعبیر سچی ہوتی ہے۔(۱)

انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ جو شخص خواب پر طعن کرتا ہے اور اس کا انکار کرتا ہے وہ بہت بڑا جاہل ہے۔ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ خواب کو نہیں مانتے وہ احتلام کی وجہ سے غسل کرنے کو بھی نہیں مانتے (حالانکہ احتلام کا غسل واجب ہے)

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ مومن کا خواب ایک طرح کی اللہ سے ہم کلامی ہے۔ اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعہ اپنے مومن بندے سے گفتگو کرتا ہے۔ اس لئے کہ خواب اللہ ہی کی طرف سے دکھائی دیتا ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک جس طرح اللہ پر ایمان لانا واجب ہے اسی طرح اس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ جو چیز انسان سے چوک گئی وہ کبھی اس کو حاصل ہونے والی نہیں تھی اور جو چیز اس کو حاصل ہو گئی وہ کبھی چوکنے والی نہیں تھی۔ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه" کی گواہی دینا اسلام ہے۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔(۲)

اہل حدیث اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے۔

---

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام خواب سچے ہوتے ہیں اور وحی ہوتے ہیں۔ مؤمنین صالحین کے بھی اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ حدیث میں صالحین کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بتایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح علم نبوت سے غیب کے باتیں معلوم ہوتی ہیں اسی طرح سچے خواب سے بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(۲) ابن رجب نے کہا ہے کہ! اسلام اور ایمان جب دونوں ایک جگہ استعمال ہوں تو دونوں کا معنیٰ الگ الگ ہوگا اور جب دونوں الگ الگ جگہوں پر بولے جائیں تو دونوں کا معنیٰ ایک ہوگا۔ (مرعاۃ المفاتیح، ج ا۔)

Www.IslamicBooks.Website

اہل حدیث کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ (قیامت کے دن) امت کے ان افراد کے حق میں شفاعت کریں گے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔

مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا حق ہے۔

اللہ کی جانب سے بندوں کا محاسبہ ہونا حق ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔

اسماء الٰہی کے بارے میں ہم مخلوق اور غیر مخلوق کے لفڑے میں نہیں پڑتے البتہ یہ کہتے ہیں کہ اسماء الٰہی ذات الٰہی کا عین ہیں (یعنی دونوں ایک ہیں)

ہم کسی معین مرتکب کبیرہ پر جہنم کا یا کسی معین موحد پر جنت کا حکم نہیں لگاتے۔ یہ اللہ کی مشیت پر ہے جس کو جہاں چاہے رکھے۔ اللہ کو اختیار ہے چاہے عذاب دے چاہے بخشے۔

رسول اللہ ﷺ سے وارد روایتوں کے مطابق ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں سے موحدین کی ایک جماعت کو نکالے گا۔

تقدیر کے مسئلہ میں اور دین کے معاملہ میں ہم جدال وقتال کے منکر ہیں لیکن اہل جدال اس میں لڑتے اور جھگڑتے ہیں۔

ہم اس مسئلہ میں صحیح روایتوں کو اور ان آثار کو بھی مانتے ہیں جو ثقات کے واسطے سے آئے ہیں۔ یعنی جس کو عادل راوی نے دوسرے عادل راوی سے روایت کیا ہو یہاں تک کہ سلسلۂ روایت اسی طرح رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے۔ ہم اس مسئلہ میں کیوں اور کس لئے؟ کا سوال نہیں اٹھاتے۔ اس لئے کہ ایسا کہنا بدعت ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ نے برائی کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ برائی سے روکا ہے۔ اور بھلائی کا حکم دیا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ شرک بھی اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں ہوتا۔ (۱)

نبی ﷺ سے جو حدیثیں آئی ہیں ان کی ہم تصدیق کرتے ہیں مثلاً یہ حدیث کہ ''اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہے کوئی استغفار کرنے والا'' الحدیث۔

---

(۱) اللہ کے ارادے کی دو قسمیں ہیں۔ ۱- ارادہ کونیہ ۲- ارادہ شرعیہ۔ ارادہ کونیہ تمام مخلوقات کو عام ہے اور اللہ کے اس ارادے میں اللہ کی رضا اور مدد شامل نہیں ہوتی۔ ارادہ شرعیہ مومن بندوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے اس ارادے میں اللہ کی رضا اور مدد شامل ہوتی ہے۔ (شرح العقیدة الطحاویة)

Www.IslamicBooks.Website

ہم کتاب وسنت کو اس طرح اختیار کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ."(۱)

ہم ائمۂ دین اور سلف صالحین کی اتباع کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن دین میں اللہ نے جس چیز کی اجازت نہیں دی ہے اس کی اتباع کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آئے گا جیسے اس نے فرمایا ہے۔ "وَجَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا."(۲)

بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے قریب ہوتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ ارشاد ہے۔ "وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ."(۳)

ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام نیک ہو یا برا اس کے پیچھے عید و جمعہ کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔ ہم سفر اور حضر دونوں میں موزوں پر مسح کرنے کو جائز اور ثابت مانتے ہیں۔

ہم مشرکوں سے جہاد کی فرضیت کے قائل ہیں اور (یہ سلسلہ قائم رہے گا) رسول اللہ ﷺ سے لے کر اس جماعت تک جو دجال سے جہاد کرے گی بلکہ اس کے بعد بھی۔

ہم مسلمانوں کے واسطے دعاء خیر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اور یہ کہ تلوار کے ذریعہ ان کے خلاف خروج نہ کریں۔

اور یہ کہ فتنے کے زمانے میں لڑائی نہ کریں۔

اور یہ کہ دجال کے نکلنے کو سچ مانیں۔

اور یہ کہ عیسیٰ بن مریم اس کو قتل کریں گے۔

اور یہ کہ معراج کا ہونا حق ہے۔

اور یہ کہ سونے کی حالت میں خواب کا دیکھنا حق ہے۔

اور یہ کہ مردہ مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا، صدقہ کرنا، سب کا ثواب ان کو پہونچتا ہے۔

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر اہل قبلہ مردے پر نماز (جنازہ) ثابت ہے چاہے مومن

---

(۱) سورہ نساء/۵۹۔ ترجمہ: "پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹاؤ۔
(۲) سورہ فجر/۲۲۔ ترجمہ: "اور تیرا رب آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر آجائیں گے۔
(۳) سورہ ق/۱۶۔ ترجمہ: "اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

(مخلص) ہو یا فاجر۔

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رزق حلال یا حرام سب اللہ ہی اپنے بندوں کو دیتا ہے۔

ہم (یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ) شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اس کو شک میں اور چکر میں ڈال دیتا ہے۔

جو نشانیاں (کرامتیں) نیکوں پر ظاہر ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نشانیوں کے ساتھ خاص کر سکتا ہے۔

حدیث قرآن سے منسوخ نہیں ہوتی۔(۱)

بچپن میں جو بچے مر جاتے ہیں ان کا اختیار اللہ کو ہے چاہے تو عذاب دے یا جو چاہے سو کرے۔

انسان جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اس نے سب کچھ لکھ رکھا ہے، کیا ہوگا اور کیا کرے گا؟ اس کو سب کا علم ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ کے حکم پر صبر کرنا ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ اس کے حکم پر چلنا ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہنا ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ کے لئے اخلاص سے عمل کرنا ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کرنی ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ کی عبادت کرنی ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کی خیر خواہی کرنی ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ گناہ کبیرہ سے بچنا ہے جیسے زنا، جھوٹ، فخر، غرور، غیبت، عُجب، اور گھمنڈ۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ بدعت کی طرف بلانے والوں سے دور رہنا ہے۔

---

(۱) بظاہر یہ مسئلہ صحیح نہیں لگتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ درست ہے۔ حازمی نے کتاب الاعتبار ص ۲۶ پر یحیٰ بن ابی کثیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "السنة قاضية على الكتاب وليس الكتاب بقاض على السنة" یعنی سنت سے کتاب پر فیصلہ کیا جائے گا لیکن کتاب سے سنت کے خلاف فیصلہ نہیں ہوگا۔ آگے چل کر مزید تشریح کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ قرآن میں اجمال ہے اور سنت میں تبیین ہے اگر مجمل سے مبین کے نسخ کو جائز کر دیا جائے تو اس سے مقصود کے تفاہم میں خلل واقع ہوگا۔ (کتاب الاعتبار للحازمی)

Www.IslamicBooks.Website

ہمارا اعتقاد ہے کہ تلاوت قرآن اور کتابت حدیث میں مشغول رہنا ہے۔
ہمارا اعتقاد ہے فقہ الحدیث میں تواضع، عاجزی اور حسن خلق کے ساتھ غور کرنا۔
ہمارا اعتقاد ہے نیکی کو پھیلانا، ایذا دہی سے رکنا، غیبت، چغلی اور بدگوئی سے باز رہنا، اسباب معاش کو تلاش کرنا۔

صحابۂ کرام کا مقام

سلف (صحابۂ کرام) جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لئے منتخب کیا تھا ان کے مقام کو پہچاننا، ان کی خوبیوں کو اختیار کرنا، ان کی آپسی جنگوں پر تبصرہ کرنے سے باز رہنا، ان کی ہر چھوٹی بڑی نیکی کو بیان کرنا، اور کمزوریوں کے ذکر سے زبان کو بند رکھنا ہمارا عقیدہ ہے۔
جو شخص تمام صحابہ یا کسی ایک کو سب وشتم کرے، ان کو بدنام کرے، ان پر طعن کرے یا ان کی عیب جوئی کرے تو وہ بدعتی، رافضی، خبیث، مخالف سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نفل اور فرض کوئی عبادت نہیں قبول کرے گا۔
صحابہ سے محبت رکھنا سنت ہے اور ان کے لئے دعاء کرنا ثواب ہے، ان کی اقتداء کرنا (اتباع سنت کا) وسیلہ ہے۔ ان کے آثار کو اختیار کرنا باعث فضیلت ہے۔ نبی ﷺ کے بعد امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔
بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف کیا ہے۔ یہ چاروں خلفاء راشدین ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے بعد تمام صحابہ عام لوگوں سے افضل ہیں۔
کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ برائی کے ساتھ ان کا ذکر کرے یا ان پر کسی عیب اور نقص کے ذریعہ طعن کرے۔ ایسا اگر کوئی کرتا ہے تو بادشاہ وقت پر اس کی تادیب اور سزا واجب ہے۔ اس کو معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کو سزا دی جائے گی اور توبہ کرائی جائے گی۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ پھر سزا دی جائے اور ہمیشہ قید میں رکھا جائے، یہاں تک کہ توبہ کرے یا پھر جیل ہی میں مر جائے۔
عربوں کے حق، فضل اور سبقت اسلام کو ماننا ہمارے عقیدے میں داخل ہے۔ حدیث رسول کے مطابق ان سے محبت رکھنا ہے۔ اس لئے کہ عرب سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

شعوبیہ یا رذیل موالی جو عربوں کو دوست نہیں رکھتے ان کی بزرگی کا اعتراف نہیں کرتے ان کی طرح ہمیں عربوں کو کچھ نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ ان کا قول بدعت ہے۔

جس نے کسب وتجارت کو یا جائز طریقے سے کمائے ہوئے مال کو حرام کہا اس نے غلطی کی اور جہالت کی وجہ سے خلاف شرع بات کہی۔ سارے کاروبار حلال ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال کہا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی جان اور اپنے اہل وعیال کی خاطر اللہ کے فضل کو تلاش کرے اگر کوئی اللہ کے فضل کو اس لئے چھوڑ رہا ہے کہ کسب وتجارت اس کا عقیدہ نہیں ہے تو وہ خلاف سنت چل رہا ہے۔

دین صرف اللہ کی کتاب میں ہے یا کتب سُنَن کی حدیثوں میں ہے۔ یا پھر ان صحیح روایتوں میں ہے جو ثقہ راویوں سے مروی ہیں، ساتھ ہی ان کی تائید ہوتی ہو صحیح، قوی اور معروف احادیث سے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ، آپ کے اصحاب، تابعین اور تبع تابعین تک پہنچ جائیں۔

پھر ان کے بعد وہ معروف ائمۂ کرام ہیں جو متمسک بسنت اور متعلق بآثار ہیں۔ جو کبھی کسی بدعت میں مبتلا نہیں، کذب سے مطعون نہیں اور خلاف سنت میں بدنام نہیں ہوئے۔

(اوپر جو عقائد بتائے گئے) یہ اہل سنت وجماعت، محدثین، اہل حدیث اور حاملین علمِ سنت کے مذاہب ہیں (لہٰذا) تم ان کے ساتھ تمسک اختیار کرو ان کو سیکھو اور سیکھاؤ۔ وباللہ التوفیق.

Www.IslamicBooks.Website

خاتمہ

ان سب عقائد کو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "حادی الارواح الی بلاد الافراح" میں دوجگہ متفرق طور پر ذکر کیا ہے۔ہم نے دونوں مقام کا ایک جگہ ترجمہ کیا ہے۔

یہ عقائد اشاعرہ کے شیخ ابوالحسن اشعری کے مختار مذہب کے موافق اور ائمہ اہل حدیث کے بیان کے مطابق ہیں۔رہے مذاہب ماتریدیہ وغیرہ تو ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔اور یہ کتابیں مشہور و معروف ہیں جیسے فقہ اکبر اور اس کی شرح، وصیت امام اعظم اور اس کا ترجمہ، عقائد نسفی اور اس کی شرح، مواقف اور اس کی شرح، تکمیل الایمان شیخ عبدالحق دہلوی، رسالہ مالا بدمنہ کی کتاب الایمان، احیاء العلوم کی کتاب العقائد، کیمیائے سعادت کی بحث صفات خدا اور اربعین فی اصول الدین وغیرہ میں۔ان میں سے بعض کا اردو میں ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔مقلدین ان کتابوں کی قدر خوب جانتے ہیں۔اس لئے یہاں ان کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس رسالہ میں صرف اہل حدیث اور سلف صالحین کے عقائد کا بیان منظور تھا۔اب جس کو ان کے ہم عقیدہ اور ہم طریقہ ہونے کا شوق ہو وہ اس رسالہ کے مطابق اپنا عقیدہ رکھے۔جھگڑے، فساد، اہل کلام، دلائل عقلی، اور علماء زمانہ سے اپنے آپ کو دور رکھے۔توفیق دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے، متقی، دیندار ہونا تقدیر سے ہوتا ہے۔اس میں کسی کا کچھ دخل نہیں ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان عقائد کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ مذہب ان لوگوں کا ہے جو قول، عمل اور اعتقاد کے اعتبار سے جنت کی بشارت کے مستحق ہیں۔

امام غزالی نے کہا: کہ لڑکوں کو نشو ونما کے شروع میں عقائد سکھانا چاہئے تاکہ خوب اچھی طرح وہ یاد کرلیں۔پھر جیسے جیسے وہ بڑے ہوں گے اسی طرح تھوڑا تھوڑا اس کا معنیٰ ان پر واضح ہوتا جائے گا۔

کیوں کہ اس علم کی ابتداء حفظ سے ہوتی ہے۔اس کے بعد سمجھنے پھر عقیدہ، یقین اور تصدیق کا مرحلہ آتا ہے اور یہ چیز لڑکوں کو بغیر دلیل کے حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ بھی اللہ کا ایک فضل ہے کہ اس نے نشو ونما کی ابتداء ہی میں ایمان کے لئے انسان کا دل کھول دیا ہے اور اس وقت میں اس کو کسی دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

چنانچہ میں نے اس رسالہ کو نظر ثانی کرتے وقت یہ سوچ کر درست کیا ہے کہ میرا پوتا ابوالفتح میر ابوالحسن خاں "جعله الله من اهل العلم والایمان." جب مکتب میں (پڑھنے) بیٹھے اور اردو پڑھنے کے لائق ہو جائے تو سب سے پہلے ان شاء اللہ اسی رسالہ کو پڑھے اور اپنی ماں، اپنی خالہ اور اپنی پھوپھی بلکہ تمام خدم و حشم کو بھی پڑھ کر سنائے۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّ آخِراً وَّ ظَاهِراً وَّ بَاطِنًا.

Www.IslamicBooks.Website

Www.IslamicBooks.Website

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معاری مطبوعات

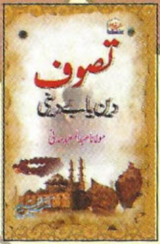

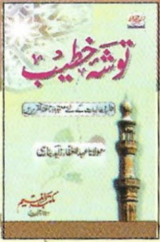

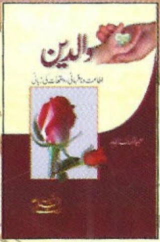

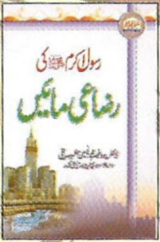

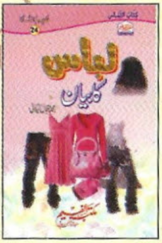

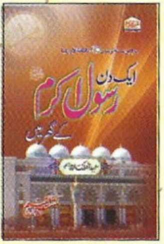

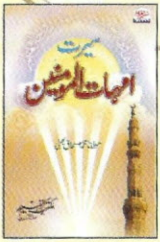

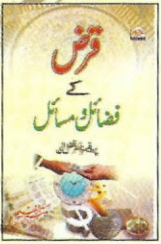

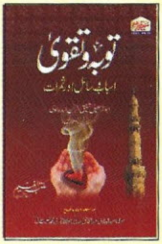

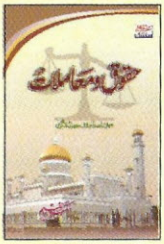

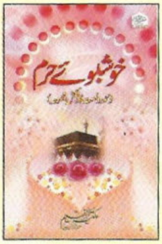

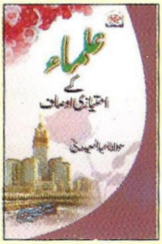

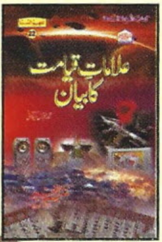

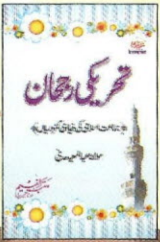

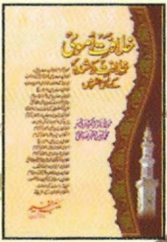

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
www.faheembooks.com

PRINT ART Delhi- Ph. 23634222

₹ 35